اسلام کیا ہے؟

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

کتب خانہ شانِ اسلام ◎ راحت مارکیٹ اردو بازار

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ــــ وسلام علی المرسلین

والصلوٰۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ محمد ن المصطفیٰ امام الانبیاء وخاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اما بعد، آپ نے عبد ومعبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم فرمائی۔

عبد ومعبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اور خدا، خالق اور مخلوق اور عبد ومعبود کا رشتہ غلط ہو چکا تھا، مسخ و تحریف، جہالت و نادانی، جاہلیت اور گمراہی، اوہام و خرافات اور دجل و تلبیس کا شکار تھا، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے مکمل ناواقفیت اور بے خبری کا دَور دورہ تھا یا نہایت ناقص معرفت کا بعض اقوام و ملل میں وجود، آجکل کی طرح خدا کی صفات میں اس کی مخلوقات کو شریک بنایا گیا تھا۔ ایک طرف مخلوقات کی بہت سی خصوصیات اور نقائص کے ساتھ اس کو متصف کیا گیا تھا۔

دوسری طرف اس کی بہت سے صفاتِ خاصہ اور کمالات الوہیت کو
مخلوقات کو عطا کر دیا گیا تھا، جاہلیت کی بیشتر گمراہیوں، بیماریوں، محرومیوں،
اور خدا ناشناسیوں کا سرچشمہ یہی کمزوری تھی اور اسی کا نتیجہ کھلی بُت پرستی اور
شرک جلی کی صورت میں برآمد ہُوا پھر جہاں نبوّت کی بچی کھچی تعلیمات کے فیض
سے اور اس ٹمٹماتی ہوئی روشنی کے طفیل کسی درجہ میں معرفتِ صحیحہ اور توحید کا
نور پایا جاتا تھا اور عبد و معبود کے درمیان تعلق کی بنیاد موجود تھی وہاں اس
تعلق کی صحیح تشکیل اور اس کے نظم و انضباط کا کوئی سامان نہ تھا، نبوّتِ
محمدیؐ کا پہلا اعجاز و کارنامہ یہ ہے کہ اس نے معرفتِ صحیح اور عقیدہ توحید کے
ذریعہ اس تعلق کو صحیح کیا، اس کو تمام آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک کیا
اس پر تو بر تو جو حجابات اور پردے پڑ گئے تھے، ان کو چاک کیا، جاہلیت
کے مشرکانہ خیالات و توہمات کا استیصال کیا، تنزیہ و تقدیس کو اسطرح
پیش کیا کہ اس کے بعد اس کا کوئی درجہ نہیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہُوا کہ
عقیدۂ توحید ایسا نکھر کر سامنے آیا اور "اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ" کے
آوازہ سے دشت و جبل ایسے گونجے کہ شقاوتِ ابدی اور انکار و استکبار
کے سوا غلط فہمی اور غلط روی کا امکان باقی نہ رہا۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ
(تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل و برہان اور تمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو

جیسے وہ دلیل کی روشنی ہیں جیسے) یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تصحیح، پھر ایمانِ مفصل، عقائد، عبادات، فرائض، اوامر و نواہی اور اخلاق و معاملات کے ذریعہ جن کے مجموعہ کا نام "شریعت" ہے، اس رشتہ کو منظم و منضبط کیا۔ یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تنظیم اور اس کا تعارف (اسلام کیا ہے؟) کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

میرے عزیز بھائیو! کیا آپ ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھنا چاہتے ہیں؟ وہ ایمان جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق کردے تو آج ہی کچھ وقت تبلیغ کے کام میں لگانے کے لیے مدرسۂ عربیہ رائے ونڈ ضلع لاہور میں تشریف لے جاویں۔

محتاجِ دعا

محمد عبد الرشید قاسمی

کتب خانہ شانِ اسلام لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر مسلمان کے لیے اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت اور دین سیکھنے کی فضیلت

بھائیو! اتنی بات تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور مسلمان بننے کے لیے اُس کو کچھ کرنا نہ پڑے۔ جس طرح شیخ یا سیّد خاندان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ خود بخود شیخ یا سیّد ہو جاتا ہے اور اس کو شیخ یا سیّد بننے کے لیے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ بلکہ اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقے پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے اور جو لوگ نہ اس دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر چلتے ہیں وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اصلی مسلمان بننے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ ہم دین اسلام کو جانیں اور کم سے کم اس کی ضروری اور بنیادی باتوں کا ہمیں علم ہو۔

دوسرے یہ کہ ہم ان کو مانیں اور ان کے مطابق چلنے کا فیصلہ کریں۔ اسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان ہونے کا یہی مطلب ہے۔ پس اسلام کا علم حاصل کرنا یعنی دین کی ضروری باتوں کا جاننا مسلمان ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے، اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ط (ابن ماجہ وبیہقی) (یعنی علم دین حاصل کرنے کی کوشش اور طلب ہر مسلمان پر فرض ہے) اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ دین میں جو چیز فرض ہے اس کا کرنا عبادت ہے، اس لیے دین سیکھنا اور دینی باتیں جاننے کی کوشش کرنا بھی عبادت ہے اور اللہ کے یہاں اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص دین سیکھنے کے لیے گھر سے نکلے وہ جب تک اپنے گھر واپس نہ آئے وہ اللہ کے راستے میں ہے" (ترمذی) ایک اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص دین کی طلب میں اور دینی باتیں سیکھنے کے لیے کسی راستے پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنّت کا راستہ آسان کر دے گا" (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ "علم دین کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا پچھلے گناہوں کا کفّارہ ہے (یعنی اس سے آدمی کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں" (ترمذی)

الغرض دین کا سیکھنا اور اسلام کی ضروری باتوں کا علم حاصل

کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب جوان ہو یا بُوڑھا، پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، مرد ہو یا عورت اور اوپر کی حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس کام میں جو وقت لگتا ہے اور اس کے لیے جو محنت کرنی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب مِلنے والا ہے اس لیے ہم سب کو طے کر لینا چاہیے کہ ہم دین سیکھنے کی اور اسلام کی ضروری ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے

جو مسلمان بھائی عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے یا کام کاج کی مشغولیت کی وجہ سے کسی اسلامی مدرسہ میں داخل ہو کر اور باقاعدہ اس کے طالب بن کر دین کا علم حاصل نہیں کر سکتے ان کے لیے دین سیکھنے اور دین کی ضروری باتیں معلوم کرنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ اگر وہ پڑھے لکھے ہیں تو دین کی معتبر کتابیں دیکھا کریں اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں یا بہت کم پڑھے ہیں وہ اچھے پڑھے لکھوں سے ایسی کتابیں پڑھوا کر سنا کریں۔ اگر گھروں میں، بیٹھکوں میں، مجمعوں میں اور مسجدوں میں ایسی کتابیں پڑھنے اور سننے سنانے کا رواج ہو جائے تو ہر طبقے کے مسلمانوں میں دین کا علم عام ہو سکتا ہے۔ یہ چھوٹی سی کتاب خاص اسی غرض سے اور اسی مقصد کے لیے لکھی گئی ہے اس میں دین کی تمام وہ ضروری باتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وہ ہدایتیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہئیں، بہت آسان زبان میں لکھی گئی ہیں۔ آؤ ان باتوں کو خود سیکھیں، دوسروں کو سکھلائیں اور بتلائیں اور دنیا میں ان اسلامی باتوں کو رواج دینے اور پھیلانے کی کوشش کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص دین کو سیکھنے اور جاننے کی اس لیے کوشش کرے کہ اس کے ذریعہ وہ اسلام کو زندہ کرے (یعنی دوسروں میں اس کو پھیلائے اور لوگوں کو اس کے مطابق چلائے) اور اسی اثناء میں اس کو موت آجائے تو آخرت میں وہ پیغمبروں کے اس قدر قریب ہو گا کہ اس کے اور پیغمبروں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا"۔ (دارمی) اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ خود دین سیکھیں، دوسروں کو سکھائیں، خود دین پر چلیں اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اس پر چلانے کی کوشش کریں۔

—— محمد منظور نعمانی

پہلا باب

کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یعنی کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں)، اور محمدؐ اس کے رسول ہیں

بھائیو! یہی کلمہ اسلام کا دروازہ اور دین و ایمان کی جڑ بنیاد ہے، اس کو قبول کر کے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کر عمر بھر کا کافر اور مشرک بھی مومن اور مسلمان اور نجات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جو اقرار ہے اُس کو اُس نے سمجھ کر مانا اور قبول کیا ہو۔ پس اگر کوئی شخص توحید و رسالت کو بالکل بھی نہ سمجھا ہو اور بغیر معنیٰ مطلب سمجھے اُس نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہو تو وہ اللہ کے نزدیک مومن اور مسلمان نہ ہوگا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم اس کلمہ کے معنیٰ اور مطلب کو سمجھیں۔ اس کلمہ کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو

عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ بس اللہ تعالیٰ ہی کی ایک اکیلی ہستی ہے جو عبادت اور بندگی کے قابل ہے کیونکہ وہی ہمارا اور سب کا خالق و مالک ہے، وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے، وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے۔ بیماری اور تندرستی، امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور نفع نقصان صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس کے سوا زمین و آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ انسان ہوں یا فرشتے، سب اُس کے بندے اور اُس کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اُس کی خدائی میں کوئی اُس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے اور نہ اس کے حکموں میں الٹ پلٹ کا کسی کو اختیار ہے اور نہ اس کے کاموں میں دخل دینے کی کسی کو مجال ہے لہٰذا بس وہی اور صرف وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اُسی سے لَو لگائی جائے اور مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام حاجتوں میں گڑگڑا گڑگڑا کر اُسی سے دُعا اور التجا کی جائے اور وہ ہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے یعنی ساری دنیا کا بادشاہ ہے اور سب حاکموں سے بالاتر اور بڑا حاکم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُس کے ہر حکم کو مانا جائے اور پوری وفاداری کے ساتھ اس کے حکموں پر چلا جائے اور اُس کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے کا کوئی حکم ہرگز نہ مانا جائے خواہ وہ کوئی ہو، اپنا باپ ہی ہو، یا حاکمِ وقت ہو، یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست

ہو یا خود اپنے دل کی خواہش اور اپنے جی کی چاہت ہو۔ الغرض جب ہم نے جان لیا اور مان لیا کہ بس ایک اللہ ہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور ہم صرف اسی کے بندے ہیں تو چاہیے کہ ہمارا عمل بھی اسی کے مطابق ہو اور دنیا کے لوگ ہمیں دیکھ کر سمجھ لیا کریں کہ یہ صرف اللہ کے بندے ہیں جو اللہ کے حکموں پر چلتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے جیتے اور مرتے ہیں۔ الغرض

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا اقرار اور اعلان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا اعتقاد اور ایمان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا عمل اور ہماری شان ہو

بھائیو! یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دین کی بنیاد کی پہلی اینٹ اور سارے نبیوں کا سب سے اہم اور اوّل سبق ہے اور دین کی تمام باتوں میں اس کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے آپؐ نے فرمایا: "ایمان کے ستّر سے بھی اوپر شعبے ہیں اور اُن میں سب سے افضل اور اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا قائل ہونا ہے"۔ (بخاری ومسلم) اسی لیے ذکروں میں بھی سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ذکر ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے: "اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" تمام ذکروں میں افضل واعلیٰ لا الٰہ الا اللہ ہے (ابن ماجہ ونسائی) اور ایک

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ "اے موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ اُن میں ہے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پلڑا ہی بھاری رہے گا۔" (شرح السنۃ)

بھائیو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں یہ فضیلت اور وزن اسی لیے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا عہد و اقرار ہے یعنی صرف اسی کی عبادت و بندگی کرنے اور اسی کے حکموں پر چلنے اور اسی کو اپنا مقصود و مطلوب بنانے اور اسی سے لَو لگانے کا فیصلہ اور معاہدہ ہے اور یہی تو ایمان اور اسلام کی رُوح ہے اور اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اس کلمہ کو بار بار پڑھ کے اپنا ایمان تازہ کیا کریں۔ بہت مشہور حدیث ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگو! اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہا کرو۔" بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس طرح اپنے ایمانوں کو تازہ کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کثرت سے پڑھا کرو۔" (مسند احمد۔ جمع الفوائد) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے پڑھنے سے ایمان کے تازہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید یعنی صرف اسی کی عبادت و بندگی اور سب سے زیادہ اسی کی فدائیت و محبت اور اس کی اطاعت کا عہد اور اقرار ہے اور جیسا کہ

عرض کیا گیا یہ ہی تو ایمان کی رُوح ہے۔ پس ہم جتنا سمجھ کے اور دھیان کے ساتھ اس کلمہ کو پڑھیں گے یقیناً اتنا ہی ہمارا ایمان تازہ اور ہمارا عہد پختہ ہو گا اور انشاء اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر ہمارا عمل اور ہمارا حال ہو جائے گا۔ پس بھائیو! طے کر لو کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم اور ارشاد کے مطابق ہم اس کلمہ کو دھیان کے ساتھ اور سچّے دل سے کثرت کے ساتھ پڑھا کریں گے تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہوتا رہے اور ہماری پوری زندگی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے سانچے میں ڈھل جائے ـــــــ یہاں تک کلمہ شریف کے صرف پہلے جزو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا بیان ہُوا۔

ہمارے کلمہ کا دوسرا جزو ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اس میں حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رسولِ خدا ہونے کا اقرار اور اعلان ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا اور آپؐ نے جو کچھ بتلایا اور جو خبریں دیں وہ سب صحیح اور بالکل حق ہیں، مثلاً قرآن مجید کا خدا کی طرف سے ہونا، فرشتوں کا ہونا، قیامت کا آنا، قیامت کے بعد مُردوں کا پھر سے زندہ کیا جانا اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنّت یا دوزخ میں جانا وغیرہ وغیرہ

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپؐ نے جو باتیں اس طرح کی دنیا کو بتلائی ہیں وہ خدا کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کرکے بتلائی ہیں اور وہ سب بالکل حق اور صحیح ہیں جن میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اسی طرح آپؐ نے لوگوں کو جو ہدایتیں کیں اور جو احکام دیئے وہ سب دراصل خدا کی ہدایات اور خدائی احکام ہیں، جو آپ پر وحی کیے گئے تھے۔ اسی سے آپؐ نے سمجھ لیا ہوگا کہ کسی کو رسول ماننے سے خود بخود ہی یہ لازم آجاتا ہے کہ اس کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو مانا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول اسی واسطے بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو اپنے وہ احکام بھیجے، جن پر وہ بندوں کو چلانا چاہتا ہے۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ "اور ہم نے ہر رسول کو اسی لیے بھیجا کہ ہمارے فرمان سے اس کی اطاعت کی جائے یعنی اس کے حکموں کو مانا جائے"۔ الغرض رسول پر ایمان لانے اور اس کو رسول ماننے کا مقصد و مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات کو بالکل حق مانا جائے اور اس کی تعلیم و ہدایت کو خدا کی تعلیم و ہدایت سمجھا جائے اور اس کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کر لیا جائے۔ پس اگر کوئی شخص کلمہ تو پڑھتا ہو مگر اپنے متعلق اس نے یہ طے نہ کیا ہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ہر

بات کو بالکل حق اور اس کے خلاف تمام باتوں کو غلط جانوں گا اور ان کی شریعت اور ان کے حکموں پر چلوں گا تو وہ آدمی دراصل مومن اور مسلمان ہی نہیں ہے اور شاید اس نے مسلمان ہونے کا مطلب ہی نہیں سمجھا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب ہم نے کلمہ پڑھ کے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خدا کا برحق رسول مان لیا تو ہمارے لیے ضروری ہو گیا کہ ان کے حکموں پر چلیں اور ان کی سب باتیں مانیں اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر پورا عمل کریں۔

کلمہ شریف دراصل ایک عہد اور اقرار ہے

کلمہ شریف کے دونوں جزوں (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کے مطلب کی تشریح اور وضاحت اوپر کی گئی ہے اس سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ کلمہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ہر چیز کو صرف اسی کے قبضہ و اختیار میں سمجھتا ہوں، لہٰذا میں اس کی اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کروں گا اور بندہ کو جس طرح اپنے مولا و آقا کے حکموں پر چلنا چاہیئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا اور ہر چیز سے زیادہ میں اس سے محبّت اور تعلق رکھوں گا اور حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں، اب میں ایک امتی

کی طرح ان کی اطاعت و پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ دراصل اسی عہد و اقرار کا نام ایمان ہے اور توحید و رسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد و مطلب ہے۔ لہٰذا کلمہ پڑھنے والے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے کو اس عہد و شہادت کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے تاکہ وہ اللہ کے نزدیک ایک سچا مومن و مسلم ہو اور نجات و جنّت کا حق دار ہو۔ ایسے خوش نصیبوں کے لیے بڑی بشارتیں آئی ہیں جو کلمہ شریف کے ان دونوں جزوں (توحید و رسالت) کو سچّے دل سے قبول کریں اور دل و زبان اور عمل سے اس کی شہادت دیں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا "جو کوئی سچّے دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دے تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ ایسے شخص پر حرام کر دی ہے" (بخاری و مسلم)، بھائیو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی حقیقت اور ان کے وزن کو خوب سمجھ کے دل و زبان سے اس کی شہادت دو اور فیصلہ کر لو کہ اپنی زندگی اِس شہادت کے مطابق گزاریں گے تاکہ ہماری شہادت جھوٹی نہ ٹھہرے، کیونکہ اس شہادت ہی پر ہمارے ایمان و اسلام کا اور ہماری نجات کا دار و مدار ہے، پس چاہیے کہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہمارا پکّا اعتقاد و ایمان ہو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہمارا اقرار و اعلان ہو
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہماری زندگی کا اصول
اور پوری دنیا کے لیے ہمارا پیغام ہو، اسی کو پھیلانے اور اونچا کرنے کے لیے ہم جئیں اور مریں۔

میری فریاد

پوری دنیا کے مسلمانوں سے نہایت ہی ادب سے اللہ پاک کے نام کا واسطہ دے کر پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ کچھ وقت تبلیغ میں لگا کر اپنے آپ کو اور دیگر برادرانِ اسلام کو کتاب و سنّت کے ڈھانچہ میں ڈھالنے کی پوری پوری سعی و کوشش فرمائیں تاکہ ہم سب مسلمان دربارِ خداوندی سے مالا مال ہو جائیں اور قربِ خداوندی کے مستحق ہو جائیں۔

تبلیغی مرکز رائے ونڈ ضلع لاہور میں تشریف لے جا کر تبلیغ کا کام سیکھیں۔

فقط والسلام

محتاجِ دعا

دوسرا باب

نماز

نماز کی اہمیّت اور اس کی تاثیر

اللہ و رسول پر ایمان لانے اور توحید و رسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو دن میں پانچ دفعہ فرض کی گئی ہے۔ قرآن شریف کی پچاسوں آیتوں میں اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سینکڑوں حدیثوں میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔ نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقے سے ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دِل پاک صاف ہوتا ہے اور اس کی زندگی درست ہو جاتی ہے اور برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں اور نیکی اور سچائی کی محبّت اور خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اِسی لیے اسلام میں دوسرے تمام فرضوں سے زیادہ اس کی تاکید ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا

دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس آکر اسلام قبول کرتا تو آپ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اس سے نماز ہی کا لیا کرتے تھے، الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

نماز نہ پڑھنا اور نماز نہ پڑھنے والے رسول اللہؐ کی نظر میں

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز نہ پڑھنے کو کفر کی بات اور کافروں کا طریقہ قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "بندہ کے اسلام اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے" (صحیح مسلم) مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر سے مل جائے گا اور اس کا یہ عمل کافروں کا سا عمل ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "اسلام میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو۔" (درمنثور بحوالہ مسند بزار) نماز پڑھنا کتنی بڑی دولت اور کیسی نیک بختی ہے اور نماز چھوڑنا کتنی بڑی ہلاکت اور کیسی بدبختی ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی نماز کو اچھی طرح اور پابندی سے ادا کرے گا تو اس کے واسطے قیامت میں وہ نور ہوگی اور اس کے لیے (ایمان و اسلام) کی دلیل ہوگی اور نجات

...انے کا ذریعہ بنے گی اور جو کوئی اس کو خیال سے اور پابندی سے ادا نہیں کرے گا تو وہ اس کے لیے نہ نور ہو گی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ وہ اس کو عذاب سے نجات دلائے گی اور وہ شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔" (مسند احمد) بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اور پابندی سے نماز پڑھنے کی عادت نہ ڈالی تو پھر ہمارا حشر اور ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی میدانِ حشر میں رُسوائی

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذِلّت و رسوائی اٹھانا پڑے گی اس کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ

اِس آیت کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن (جبکہ نہایت سخت گھڑی ہو گی اور شروع دنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان محشر میں جمع ہوں گے) تو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلّی ظاہر ہو گی اور اس وقت پکارا جائے گا کہ سب لوگ اللہ کے حضور سجدے میں گر

جائیں تو جو خوش نصیب اہلِ ایمان دُنیا میں نمازیں پڑھتے تھے اور اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے لیکن جو لوگ تندرست اور اچھّے بھلّے چنگّے ہونے کے باوجود نمازیں نہیں پڑھتے تھے، ان کی کمریں اس وقت تختے کی مانند سخت کردی جائیں گی اور وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے، سجدہ نہ کرسکیں گے اور ان پر سخت ذلّت و خواری کا عذاب چھا جائے گا اور ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور وہ آنکھ اُٹھا کر کچھ دیکھ بھی نہ سکیں گے، دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلّت و خواری کا یہ عذاب انھیں سرِ محشر ساری دنیا کے سامنے اٹھانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔ دراصل نماز نہ پڑھنے والا شخص ایک طرح سے خدا کا باغی ہے اور وہ جس قدر بھی ذلیل و رسوا کیا جائے اور جتنا بھی اس کو عذاب دیا جائے بلاشبہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اُمّت کے بعض اماموں کے نزدیک تو نماز چھوڑنے والے لوگ دین سے خارج اور مرتدوں کی طرح قتل کیے جانے کے قابل ہیں۔ بھائیو! ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ نماز کے بغیر اسلام کا دعوٰی بے ثبوت اور بے بنیاد ہے۔ نماز پڑھنا ہی وہ خاص اسلامی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جوڑتا ہے اور ہم کو اس کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نماز کی برکتیں

جو بندہ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر دست بستہ کھڑا ہوتا ہے، اس کی حمد و ثنا کرتا ہے، اس کے سامنے جھکتا ہے اور سجدے میں گرتا ہے اور اس سے دعائیں کرتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی خاص محبّت و رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور ہر ہر وقت کی نماز سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور اس کی زندگی گناہوں کے میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک بڑی اچھی مثال دے کر فرمایا، "بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں وہ ہر دن میں پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اُس کے جسم پر کچھ بھی میل رہے گا؟" لوگوں نے عرض کیا "حضور کچھ بھی نہیں رہے گا" آپ نے ارشاد فرمایا "بس پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی برکت سے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

جماعت کی تاکید اور فضیلت

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

نماز کی اصل فضیلت اور برکت حاصل ہونے کے لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی شرط ہے اور اس کی اتنی سخت تاکید ہے کہ جو لوگ غفلت سے یا سستی سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا کہ "میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے گھروں میں آگ لگوادوں (صحیح مسلم) بس اِسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت کا چھوڑنا اللہ اور رسولؐ کو کس قدر ناپسند ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے[1]" (بخاری و مسلم) پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں آخرت کے ثواب کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے فائدے ہیں مثلاً یہ کہ جماعت کی پابندی سے آدمی میں وقت کی پابندی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، دن رات میں پانچ دفعہ محلّہ کے سب مسلمان بھائیوں کا ایک جگہ اجتماع ہو جاتا ہے جس سے بڑے بڑے فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں، جماعت کی پابندی سے نماز کی پوری پابندی نصیب ہو جاتی ہے اور جو لوگ جماعت کی پابندی نہیں کرتے اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کی نمازیں کثرت سے قضا ہوتی ہیں اور ایک بہت

---

[1] واضح رہے کہ جماعت کی یہ تاکید اور فضیلت صرف مردوں کے لیے ہے۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ ملتا ہے۔ ۱۲

بڑا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہر آدمی کی نماز پوری جماعت کی نماز کا جزو بن جاتی ہے جس میں اللہ کے ایسے نیک اور صالح بندے بھی ہوتے ہیں جن کی نمازیں بڑی خشوع و خضوع والی ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ انھیں قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی شانِ کریمی سے یہی اُمید ہے کہ جب وہ جماعت کے کچھ لوگوں کی نمازیں قبول فرماتے گا تو انہی کے ساتھ نماز پڑھنے والے دوسرے لوگوں کی بھی قبول فرمائے گا، اگرچہ ان کی نمازیں اس درجہ کی نہ ہوں۔ ع

بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

پس ہم میں سے ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ بلا کسی سخت مجبوری کے جماعت کھو دینا کتنے بڑے ثواب سے اور کتنی برکتوں سے اپنے کو محروم کر دینا ہے۔

خشوع و خضوع کی اہمیت

خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے نماز اس طرح پڑھی جائے کہ دل اسکی محبّت سے بھرا ہُوا ہو اور اس کے خوف سے اور اس کی بڑائی و عظمت کے خیال سے سہما ہُوا ہو جیسے کوئی مجرم کسی بڑے سے بڑے حاکم و بادشاہ کے سامنے

کھڑا ہوتا ہے، کھڑا ہو تو خیال کرے کہ میں اپنے اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور اس کی تعظیم میں کھڑا ہوں، رکوع کرے تو خیال کرے کہ میں اسی کے آگے جھک رہا ہوں۔ اسی طرح جب سجدہ کرے تو خیال کرے کہ میں اس کے حضور میں سجدہ کر رہا ہوں اور اس کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی ظاہر کر رہا ہوں اور بہت اچھا تو یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں اور رکوع و سجدے میں جو کچھ پڑھے اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھے، در اصل نماز کا اصلی مزہ جب ہی ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جائے اس کے معنی مطلب سمجھ کر پڑھا جائے (نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے معنی یاد کر لینا بڑا آسان ہے) نماز میں خشوع و خضوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ در اصل نماز کی روح اور اس کی جان ہے اور اللہ کے جو بندے ایسی نماز پڑھیں ان کی نجات اور کامیابی یقینی ہے۔ قرآن شریف میں ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ

(ترجمہ) کامیاب اور بامراد ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کے لیے وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع و سجدہ بھی جیسے کرنا چاہیے ویسے ہی کیا اور خوب

خشوع کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی جس نے اتنی اچھی طرح نماز نہ پڑھی) تو اس کے لیے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔" (مسند احمد وسنن ابی داؤد) پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ آخرت کے عذاب سے نجات پائیں اور اللہ ضرور ہی ہم کو بخش دیں تو ہمیں چاہیے کہ اس حدیث شریف کے مضمون کے مطابق پانچوں وقت کی نماز ہم اچھے سے اچھے طریقے سے پڑھا کریں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

جب نماز کا وقت آئے تو ہمیں چاہیے کہ پہلے اچھی طرح وضو کریں اور یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کے لیے اور اس کی عبادت کے لیے یہ پاکی اور صفائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے وضو میں بھی ہمارے لیے بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ وضو میں جسم کے جو حصے اور جو اعضا دھوئے جاتے ہیں، ان اعضا سے ہونے والے گناہ وضو ہی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں اور ان گناہوں کا ناپاک اثر گویا وضو کے پانی سے دھل جاتا ہے۔ وضو کے بعد جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو

چاہیے کہ خوب اچھی طرح دل میں یہ خیال جمائیں کہ ہم گنہگار اور روسیاہ بندے اپنے اس مالک و معبود کے سامنے کھڑے ہو رہے ہیں جو ہمارے ظاہر و باطن اور کھلے چھپے سب حالات جانتا ہے اور قیامت کے روز ہم کو اس کے سامنے پیش ہونا ہے پھر جس وقت کی نماز پڑھنی ہو خاص اسی وقت کی نیت کر کے اور قاعدے کے مطابق کانوں تک ہاتھ اٹھا کے دل و زبان سے کہنا چاہیے،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اللہ بہت بڑا ہے

پھر ہاتھ باندھ کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا پورا دھیان کر کے پڑھنا چاہیے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔	اے میرے اللہ پاک ہے تیری ذات اور تیرے ہی لیے ہے ہر تعریف اور برکت والا ہے تیرا نام اور اونچی ہے تیری شان، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ اٰمِيْن ۝	سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو سب جہانوں کا پروردگا ہے، بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے، جزا کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا، ان اچھے بندوں کے راستے پر جن پر تو نے فضل فرمایا، نہ اُن پر جن پر تیرا غضب و غصہ ہو اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔ اے اللہ میری یہ دعا قبول فرمالے۔

اس کے بعد کوئی سورت یا کسی سورت کا کچھ حصّہ پڑھے۔

ہم یہاں قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی چار سورتیں ترجمہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝	قسم ہے زمانے کی کہ سارے انسان ٹوٹے میں ہیں (اور ان کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے) سوا اُن کے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی وصیّت کی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

کہو اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں، نہ اس کے اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اسکے برابر ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

کہو میں صبح کی روشنی کے رب کی پناہ لیتا ہوں، اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور پھونکنے والیوں کے شر سے گرہوں میں (یعنی ٹونے ٹوٹکے کرنے والی عورتوں کے شر سے) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کہو میں پناہ لیتا ہوں سب آدمیوں کے رب کی سب کے بادشاہ اور سب کے معبود کی، برا خیال ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو آدمیوں کے دلوں میں بُرے خیال ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے۔

بہر حال الحمد شریف کے بعد قرآن شریف کی کوئی سورت یا اس کا کچھ حصّہ پڑھنا چاہیے، ہر نماز میں اتنی قرات یعنی اتنا قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ جب یہ قرارت کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی شان کی بڑائی اور کبریائی کا دھیان کرتے ہوئے دل و زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہُوا رکوع میں چلا جائے اور بار بار کہے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ   سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ

پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے   پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ

پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے

جس وقت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی کا یہ کلمہ زبان پر جاری ہو اُس وقت دِل میں بھی اس کی پاکی اور عظمت کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیے: اس کے بعد رکوع سے سر اُٹھائے اور کہے:

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ

اللہ نے اس بندے کی سُن لی جس نے اسکی تعریف کی

اس کے بعد کہے: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

اے ہمارے مالک اور پروردگار سب تعریف تیرے ہی لیے ہے

اس کے بعد پھر دل و زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہے اور اپنے مولا کے سامنے

سجدے میں گر جائے اور یکے بعد دیگرے دو سجدے کرے اور ان سجدوں میں اللہ تعالیٰ کا پورا دھیان کرکے اور اپنے سامنے اس کو حاضر و ناظر جان کے اور اس کو اپنا مخاطب بنا کے زبان سے اور زبان کے ساتھ دل و جان سے کہے اور بار بار کہے:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے

سجدے کی حالت میں جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اس وقت دل میں اپنی عاجزی اور کمتری کا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بے حد بلندی کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیے، یہ دھیان اور یہ خیال جتنا زیادہ اور جتنا گہرا ہوگا، نماز اتنی ہی زیادہ اچھی اور زیادہ قیمتی ہوگی کیونکہ یہی نماز کی رُوح ہے۔ یہ صرف ایک رکعت کا بیان ہوا، پھر جتنی رکعت نماز پڑھنی ہو اسی طرح پڑھنی چاہیے، البتہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ صرف پہلی ہی رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔ نماز کے آخر میں اور درمیان میں جب بیٹھتے ہیں تو اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتے ہیں جو گویا نماز کا خلاصہ اور جوہر ہے اور وہ یہ ہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ	ادب و تعظیم کے سب کلمے اللہ ہی کیلیے
وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ	ہیں اور سب عبادتیں اور صدقے اللہ ہی کے
اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ	واسطے ہیں، سلام ہو تم پر اے نبیؐ اور اللہ کی
وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا	رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ
وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ	کے سب نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں
اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوا اللہ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ	کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے
وَرَسُوْلُہٗ۔	بندے اور رسول ہیں

تین رکعت اور چار رکعت والی نمازوں میں جب دوسری رکعت پر بیٹھتے ہیں تو صرف یہ اَلتَّحِیَّاتُ ہی پڑھی جاتی ہے، اور آخری رکعت پر جب بیٹھتے ہیں تو اَلتَّحِیَّاتُ کے بعد درود شریف اور ایک دعا بھی پڑھتے ہیں ہم ان دونوں کو بھی یہاں درج کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی	اے اللہ حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر خاص
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی	رحمت فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر اور ان
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ	کی آل پر رحمت کی، تو بڑی تعریفوں والا
اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ	ہے بزرگی والا ہے اے اللہ حضرت محمدؐ پر
بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ	اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى — حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر برکتیں
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ — نازل کیں تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ — والا ہے۔

یہ درود شریف دراصل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے اور آپ کی آل کے لیے (یعنی آپ کے گھر والوں اور آپ سے خاص دینی تعلّق رکھنے والوں کے لیے) رحمت اور برکت کی دعا ہے۔ ہم کو دین کی نعمت اور نماز کی دولت چونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے واسطہ سے ملی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس احسان کے شکریہ کے طور پر ہمارے ذمّہ مقرّر کیا ہے کہ جب نماز پڑھیں تو اس کے آخر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاص متعلّقین کے لیے رحمت و برکت کی دعا بھی کریں۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہر نماز کے آخر میں اَلتَّحِیَّاتُ پڑھنے کے بعد ہم حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِس احسان کو یاد کر کے دل سے ان پر یہ درود شریف پڑھیں اور ان کے واسطے رحمت و برکت کی دعا مانگیں پھر درود شریف کے بعد اپنے لیے یہ دعا کریں اور اس کے بعد سلام پھیر دیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ — اے میرے اللہ میں نے اپنی جان پر بڑا
ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ — ظلم کیا اور تیری فرمانبرداری اور عبادت

الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ	میں مجھ سے بڑا قصور ہوا) اور تیرے سوا
مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ	کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں، پس تو
وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ	مجھے محض اپنے فضل سے بخش دے اور مجھ
الرَّحِيْمُ۔	پر رحم فرما تو بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اس دعا میں اپنے گناہوں اور قصوروں کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور رحم کی التجا ہے۔ درحقیقت بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ نماز جیسی عبادت کر کے بھی اپنے قصور کا اعتراف کرے اور اپنے کو گنہگار اور قصور وار سمجھے اور اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت ہی کو اپنا سہارا سمجھے اور عبادت کی وجہ سے کوئی غرور اس میں پیدا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم سے کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا اس باب میں نماز کے متعلق جو کچھ بیان کرنا تھا وہ سب بیان کیا جا چکا، آخر میں ہم پھر کہتے ہیں کہ نماز کیمیا اثر عبادت ہے کہ اگر اس کو دھیان کے ساتھ اور سمجھ سمجھ کے اور خشوع و خضوع سے ادا کیا جائے جیسا کہ اوپر ہم نے تبلایا ہے تو وہ انسان کو اعمال و اخلاق میں فرشتہ بنا سکتی ہے۔ بھائیو! نماز کی قدر و قیمت کو سمجھو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُمّت کے نماز پر قائم رہنے کی اتنی فکر تھی کہ بالکل آخری وقت میں جب کہ حضورؐ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور زبان سے

کچھ فرمانا بھی مشکل تھا اس وقت بھی آپ نے اپنی امت کو نماز پر قائم رہنے اور نماز کو قائم رکھنے کی بڑی تاکید کے ساتھ وصیت فرمائی تھی۔ پس جو مسلمان آج نماز نہیں پڑھتے اور نماز کو قائم کرنے اور رواج دینے کی کوئی کوشش نہیں کرتے وہ خدارا سوچیں کہ قیامت میں وہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاسکیں گے اور کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ ملا سکیں گے جب کہ وہ حضورؐ کی آخری وصیت کو بھی پامال کر رہے ہیں۔ آؤ ہم سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ میں دعا کریں۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۥ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۥ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۥ	اے پروردگار! آپ مجھ کو اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجیے۔ اے رب! میری دعا کو قبول کر لیجیے۔ اے پروردگار مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخش دیجیے۔

تیسرا باب

زکوٰۃ

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے گویا وہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس ایک مقرّر مقدار میں مال و دولت ہو وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی اس دولت کا چالیسواں حصّہ غریبوں مسکینوں پر یا نیکی کی اُن دوسری مدوں میں خرچ کر دیا کرے جو زکوٰۃ کے خرچ کے لیے اللہ و رسولؐ نے مقرر کی ہیں۔[1]

زکوٰۃ کی فضیلت اور اہمیّت

قرآن شریف میں جا بجا نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے اگر آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوں گے تو اس میں بیسیوں جگہ پڑھا ہو گا۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (یعنی نماز

---

[1] زکوٰۃ کے مسائل و احکام اور مصارف کا بیان فقہ کی کتابوں میں دیکھا جائے یا اس کے لیے علماء کی طرف رجوع کیا جائے۔ ۱۲

قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو) اور کئی جگہ مسلمانوں کی لازمی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں کیونکہ اسلام کی جو باتیں اور صفتیں اصلی مسلمانوں میں ہونی چاہئیں وہ ان میں نہیں ہیں. بہرحال نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا قرآن شریف کے بیان کے مطابق مسلمانوں کی صفت نہیں ہے بلکہ کافروں اور مشرکوں کی صفت ہے. نماز کے متعلق تو سورۂ روم کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم ع ۴)	نماز قائم کرو (اور نماز چھوڑ کے) مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ.

اور زکوٰۃ نہ دینے کو مشرکوں، کافروں کی صفت، سورۂ فُصِّلَت کی اس آیت میں بتلایا گیا ہے:

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کَافِرُوْنَ ۝ (فُصِّلَت ع ۱)	ان مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے اور ان کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر اور کافر ہیں

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک عذاب

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا جو برا انجام قیامت میں ہونے والا ہے اور جو سزا ان کو ملنے والی ہے وہ اتنی سخت ہے کہ اس کے سننے ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپنے لگتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ	اور جو لوگ سونا چاندی (مال و دولت) جوڑ کے رکھتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی ان پر جو زکوٰۃ وغیرہ فرض ہے اس کو ادا نہیں کرتے)، اے رسولؐ! تم انہیں سخت دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن کہ تپایا جائے گا ان کی اس دولت کو دوزخ کی آگ میں، پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں اور پیٹھیں (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ مال و دولت، جس کو تم نے جوڑا تھا اپنے واسطے پس مزا چکھو اپنی جوڑی ہوئی دولت کا۔
(سورہ توبہ ع ۵)	

اِس آیت کے مضمون کی کچھ تفصیل حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک حدیث میں بھی فرمائی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ "جس شخص کے پاس سونا چاندی (یعنی مال و دولت) ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے۔ (یعنی زکوٰۃ وغیرہ نہ دیتا ہو) تو قیامت کے دن اس کے واسطے آگ کی تختیاں تیار کی جائیں گی پھر ان کو دوزخ کی آگ میں اور زیادہ گرم کر کے اُن سے اس شخص کی پیشانی کو اور کروٹ کو اور پشت کو داغا جائے گا اور اسی طرح بار بار ان تختیوں کو دوزخ کی آگ پر تپا کے اس شخص کو داغا جاتا رہے گا اور روزِ قیامت کی پوری مدّت میں اس عذاب کا سلسلہ جاری رہے گا اور وہ مدّت پچّاس ہزار سال کی ہو گی (تو گویا پچاس ہزار سال تک اس کو یہ سخت عذاب ہوتا رہے گا") بعض حدیثوں میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے اس کے علاوہ اور دوسرے قسم کے سخت عذابوں کا بھی ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے عذاب سے بچائے۔ اللہ تعالےٰ نے جن لوگوں کو خوشحال اور مالدار کیا ہے وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ نہ کریں تو بلا شبہ وہ بڑے ہی ناشکرے اور بڑے ظالم ہیں اور ان کو جو سخت سے سخت سزا بھی قیامت میں دی جائے بالکل بجا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینا ظلم اور کفرانِ نعمت ہے

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ زکوٰۃ وصدقات سے دراصل اپنے ہی غریب اور ضرورت مند بھائیوں کی خدمت ہوتی ہے تو زکوٰۃ نہ نکالنا دراصل اپنے ان غریب اور مجبور بھائیوں پر ظلم کرنا اور ان کا حق مارنا ہے۔ بھائیو! ذرا سوچو ہمارے اور آپ کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا تو دیا ہوا ہے اور ہم خود بھی اسی کے بندے اور اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، پس اگر وہ ہم سے ہمارا سارا مال بھی طلب کرے بلکہ جان دینے کو بھی کہے تو ہمارا فرض ہے کہ بلاچون وچرا سب کچھ دے دیں یہ تو اس کا بڑا کرم ہے کہ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے صرف چالیسواں حصّہ نکالنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

زکوٰۃ کا ثواب

پھر اللہ تعالیٰ کا دوسرا بہت بڑا کرم اور احسان یہ ہے کہ اس نے زکوٰۃ اور صدقہ کا بہت بڑا ثواب مقرر کیا ہے، حالانکہ زکوٰۃ یا صدقہ دینے والا بندہ جو کچھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوتے مال میں سے دیتا ہے اِس لیے اگر اللہ پاک اِس پر کوئی ثواب نہ دیتا تو بالکل حق

تھا مگر یہ اس کا کرم ہی کرم ہے کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے ہم جو کچھ اس کے حکم سے زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس پر بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرماتا ہے قرآن مجید ہی میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ ع ۳۶)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کرنے کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے پودا اگے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے وہ بڑی وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ وہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کے واسطے ان کے رب کے پاس بڑا ثواب ہے اور انھیں قیامت میں کوئی خوف وخطر نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اِس آیت میں زکوٰۃ دینے والوں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالےٰ کی طرف سے تین وعدے فرماتے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جتنا وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس کے بدلے سینکڑوں گنا زیادہ دے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا اور بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی، تیسرے یہ کہ قیامت کے دن ان کو کوئی خوف و خطر اور کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! بھائیو! صحابہؓ کرام کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر پورا پورا یقین تھا اس لیے ان کا حال یہ تھا کہ جب راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی فضیلت کی اور ثواب کی آیتیں حضورؐ پر نازل ہوئیں اور انھوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ان کا بیان سُنا تو ان میں جو غریب تھے اور جن کے پاس صدقہ کرنے کیلیے پیسہ بھی نہ تھا وہ بھی صدقہ کرنے کے ارادے سے مزدوری کرنے کیلیے گھروں سے نکل پڑے اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لاد لاد کر انھوں نے پیسے کمائے اور راہِ حق میں صدقہ کیا[1]۔ زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں یہاں ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صرف ایک حدیث اور درج کرتے ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "تین باتیں ہیں جس شخص نے

---

[1] ریاض الصالحین ص۲۸ بحوالہ بخاری و مسلم

ان کو اختیار کرلیا اس نے ایمان کا مزہ پالیا۔ ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرے اور دوسرے یہ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر اس کا سچا ایمان واعتقاد ہو اور تیسرے یہ کہ ہر سال دل کی پوری خوشی سے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے (توجس کو یہ تین باتیں حاصل ہو جائیں گی اس کو ایمان کی لذّت اور چاشنی حاصل ہو جائے گی") اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کا ذائقہ اور اس کی لذّت نصیب فرمائے۔

زکوٰۃ اور صدقات کے بعض دنیوی فائدے

زکوٰۃ اور صدقات کا جو ثواب اور جو انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا اس کے علاوہ اس دنیوی زندگی میں بھی اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے والے مومن کا دل بڑا خوش اور مطمئن رہتا ہے۔ غریبوں کو اس پر حسد نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی بہتری چاہتے ہیں، اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اس کی طرف محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عام دنیا کی نظروں میں بھی ایسے شخص کی بڑی وقعت ہوتی ہے اور سب لوگوں کی محبت و ہمدردی ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بڑی برکتیں دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزندِ آدم تو (میرے غریب و حاجت مند بندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں میں) میرا دیا ہوا مال خرچ کیے جا میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے) کوئی شخص غریب اور مفلس نہ ہوگا"۔ اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ان ارشادات پر حقیقی ایمان و یقین نصیب فرمائے اور ذوق و شوق کے ساتھ عمل کی توفیق دے۔ آمین

چوتھا باب

روزہ

روزے کی اہمیت اور فرضیت

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان، اور نماز و زکوٰۃ کے بعد روزے کا درجہ ہے، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿ (البقرہ۔ ع ۲۳)	اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

اسلام میں پورے مہینے رمضان کے روزے فرض ہیں اور جو شخص بلا کسی عذر اور مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو وہ بہت ہی سخت گنہگار ہے ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص بلا کسی معذوری اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر اس کے بعد ساری عمر بھی روزہ رکھے تو اس کا پورا حق ادا نہ ہو سکے گا۔"

روزوں کا ثواب

روزے میں چونکہ کھانے پینے اور نفسانی شہوت کے پورا کرنے سے اپنے نفس کو عبادت کی نیت سے روکا جاتا ہے اور اللہ کے واسطے اپنی خواہشوں اور لذتوں کو قربان کیا جاتا ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب بھی سب سے نرالا اور بہت زیادہ رکھا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "بندوں کے سارے نیک اعمال کی جزا کا ایک قانون مقرر ہے اور ہر عمل کا ثواب اسی مقررہ حساب سے دیا جائے گا لیکن روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ بندہ روزے میں میرے لیے اپنا کھانا پینا اور اپنے نفس کی شہوت کو قربان کرتا ہے اسلیے روزے کی جزا بندہ کو میں خود براہِ راست دوں گا۔" ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص پورے ایمان و یقین کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اور اس سے ثواب لینے کے لیے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے لیے فرحت کے دو خاص موقعے ہیں، ایک خاص فرحت اس کو افطار کے وقت اِس دنیا ہی میں حاصل ہوتی ہے، اور دوسری فرحت آخرت میں اللہ کے سامنے حاضری اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی کے وقت حاصل ہو گی، ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ روزہ

دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے (جو دوزخ کے عذاب سے روزہ دار کو محفوظ رکھے گا)" ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ روزہ دار کے لیے خود روزہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا کہ میری وجہ سے اس بندہ نے دن کو کھانا پینا اور خواہشِ نفس کا پورا کرنا چھوڑا تھا (پس اس کو بخش دیا جائے گا اور اس کو پورا اجر دیا جائے) تو اللہ تعالےٰ روزے کی یہ سفارش قبول فرمائے گا۔" ایک حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو بعض اوقات معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے۔" ان حدیثوں میں روزے کی جو فضیلتیں بیان ہوئی ہیں ان کے علاوہ اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے۔ جب جی چاہا کھالیا، جب جی میں آیا پی لیا اور جب نفسانی خواہش ہوئی اپنے جوڑے سے لذّت حاصل کر لی۔ یہ شان حیوانوں کی ہے اور کبھی نہ کھانا، کبھی نہ پینا اور جوڑے سے کبھی لذّت حاصل نہ کرنا، یہ شان فرشتوں کی ہے، پس روزہ رکھ کر انسان دوسرے حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور فرشتوں سے ایک طرح کی مناسبت اس کو حاصل ہوجاتی ہے۔

روزوں کا خاص فائدہ

روزہ کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی میں تقویٰ اور

پرہیزگاری کی صفت پیدا ہوتی ہے اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت آتی ہے اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنے نفس کی خواہش اور جی کی چاہت کو دبانے کی عادت پڑتی ہے اور روح کی ترقی اور تربیت ہوتی ہے لیکن یہ سب باتیں جب حاصل ہو سکتی ہے کہ روزہ رکھنے والا خود بھی ان کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھے اور روزے میں ان تمام باتوں کا لحاظ رہے جن کی ہدایت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی ہے یعنی کھانے پینے کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کرے، نہ جھوٹ بولے نہ غیبت کرے نہ کسی سے لڑے جھگڑے۔ الغرض روزہ کے زمانہ میں تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے پوری طرح بچے جیسا کہ حدیثوں میں اس کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو چاہیے کہ کوئی گندی اور بری بات اس کی زبان سے نہ نکلے اور وہ شور و شغب بھی نہ کرے اور اگر کوئی آدمی اس سے جھگڑا کرے اور اس کو گالیاں دے تو اس سے بس یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (اس لیے تمہاری گالیوں کے جواب میں بھی گالی نہیں دے سکتا) ایک اور حدیث ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "جو شخص روزے میں بھی غلط گوئی اور غلط کاری نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانا پانی چھوڑنے کی کوئی ضرورت

اور کوئی پرواہ نہیں"۔ (بخاری) ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "کتنے ہی ایسے روزے دار ہوتے ہیں (جو روزے میں بری باتوں اور برے کاموں سے پرہیز نہیں کرتے اور اس وجہ سے) ان کے روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔" (دارمی)
الغرض روزہ کے اثر سے روح میں پاکیزگی اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت جب ہی پیدا ہوگی جبکہ کھانے پینے کی طرح دوسرے تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کیا جائے اور خاص کر جھوٹ، غیبت اور گالی گلوچ وغیرہ سے زبان کی حفاظت کی جائے۔ بہرحال اگر اس طرح کے مکمل روزے رکھے جائیں تو انشاء اللہ وہ سب فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا، اور ایسے روزے آدمی کو فرشتہ صفت بنا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ روزہ کی حقیقت اور اس کی قدر وقیمت کو سمجھیں اور اس کے ذریعہ اپنے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفات پیدا کریں۔ روزہ کے متعلق یہاں عاجز نے بہت ہی مختصر لکھا ہے جو حضرات روزہ کی اہمیت وفضیلت اور اس کی تاثیرات کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل چاہیں وہ میرا رسالہ "برکاتِ رمضان" ملاحظہ فرمائیں، اِس موضوع پر وہ مستقل اور بہت جامع رسالہ ہے۔

پانچواں باب

حج

حج کی فرضیّت

اسلام کے ارکان میں سے آخری رکن حج ہے، قرآن شریف میں حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ	اور اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا
مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ	فرض ہے ان لوگوں پر جو وہاں تک پہنچنے کی
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ	استطاعت رکھتے ہوں اور جو لوگ نہ مانیں
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ ال عمران ع ۱۰)	تو اللہ بے نیاز ہے سب دنیا سے۔

اس آیت میں حج کے فرض ہونے کا اعلان بھی فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو وہاں پہنچنے کی طاقت اور حیثیت رکھتے ہوں اور آیت کے آخری حصّے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے حج کرنے کی استطاعت اور طاقت دی ہو اور وہ ناشکری سے حج نہ کریں (جیسے کہ آجکل کے بہت سے مالدار نہیں کرتے) تو اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز اور

بے پرواہ ہے، اِس لیے ان کے حج نہ کرنے سے اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ اِس ناشکری اور کفرانِ نعمت کی وجہ سے یہ ناشکرے بندے خود ہی اس کی رحمت سے محروم رہ جائیں گے اور ان کا انجام خدانخواستہ بہت بُرا ہوگا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث میں ہے کہ جس کسی کو اللہ نے اتنا مال دیا ہو کہ وہ حج کر سکے لیکن اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ بھائیو اگر ہمارے دلوں میں ایمان و اسلام کی کچھ بھی قدر ہو اور اللہ و رسول سے کچھ بھی تعلق ہو تو اس حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد ہم میں سے کسی ایسے شخص کو حج سے محروم نہ رہنا چاہیے جو وہاں پہنچ سکتا ہو۔

حج کی فضیلتیں اور برکتیں

بہت سی حدیثوں میں حج کی اور حج کرنے والوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں یہاں ہم صرف دو تین حدیثیں ذکر کرتے ہیں؛ ایک حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور مغفرت مانگیں تو ان کو بخش دیتا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی فحش اور بیہودہ حرکت نہ کرے اور اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو وہ گناہوں سے

ایسا پاک صاف ہو کے واپس آئے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت بالکل بے گناہ تھا" ایک اور حدیث میں ہے کہ حج مبرور (یعنی وہ حج جو خلوص کے ساتھ اور بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کیا گیا ہو اور اس میں کوئی بُرائی اور خرابی نہ ہوئی ہو تو اس) کی جزا صرف جنّت ہی جنّت ہے"

حج کی نقد لذتیں

حج کی برکت سے گناہوں کی معافی اور جنّت کی نعمتیں جو حاصل ہوتی ہیں وہ تو انشاء اللہ پوری طرح آخرت میں ملیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّی گاہ اور اس کے انوار کے خاص مرکز بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اور مکہ معظمہ کے ان خاص مقامات پر پہنچ کر جہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اور ہمارے نبی و رسول سیدنا حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خاص یادگاریں اب تک موجود ہیں ایمان والوں کو جو لذّت اور دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس دنیا میں جنّت ہی کی نعمت ہے۔ پھر مدینۂ طیّبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد شریف میں نمازیں پڑھنا اور براہِ راست حضورؐ سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا، طَیبَہ کی گلیوں میں اور وہاں کے جنگلوں میں پھرنا، وہاں کی ہوائیں سانس لینا اور وہاں کی مقدّس زمین اور ہوا میں بسی ہوئی خوشبو سے دماغ کا معطر ہونا اور حضورؐ کو یاد کر کے شوق و محبّت میں خوش ہونا کبھی ہنسنا اور کبھی

رو پڑتا، یہ وہ لذتیں ہیں جو حج کرنے والوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اس قابل بنا دے کہ ان لذتوں کو بندہ محسوس کرسکے۔ آؤ سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے یہ لذتیں اور دولتیں ہم کو نصیب فرمائے۔

اسلام کی پانچ بنیادیں

اسلام کی جن پانچ بنیادی تعلیمات کا یہاں تک بیان ہوا یعنی کلمہ[1]، نماز[2]، روزہ[3]، زکوٰۃ[4]، حج[5]۔ یہ پانچوں "ارکانِ اسلام" کہے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے، آپ نے فرمایا، کہ "اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر قائم ہے، ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، اور پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا۔ ان کے لیے جو وہاں تک پہنچ سکتے ہوں" ان پانچ چیزوں کے ارکان اسلام اور بنیادِ اسلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں اور ان پر اچھی طرح عمل کرنے سے اسلام کے باقی احکام پر عمل کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں ہم نے ان ارکان کی صرف اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے ان کے تفصیلی مسائل فقہ کی معتبر کتابوں میں دیکھے جائیں یا علماء سے دریافت کیے جائیں

چھٹا باب

تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ اور پرہیز گاری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ تقوے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے حساب اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تمام بُرے کاموں اور بُری باتوں سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہیں اور اپنے جن بندوں کے جو حق ہم پر لازم اور مقرّر کیے ہیں ان کو ہم ادا کریں اور جن کاموں اور جن باتوں کو حرام اور ناجائز کر دیا ہے ہم ان سے بچیں اور ان کے پاس بھی نہ جائیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ قرآن و حدیث میں بڑی تاکید کے ساتھ اور بار بار اس تقوے کی تعلیم دی گئی ہے ہم صرف چند آیتیں اور حدیثیں یہاں درج کرتے ہیں۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے (اور آخری دم تک اسی تقوے کے تحت اس کی فرمانبرداری کرتے رہو یہاں تک کہ)

تم کو اِسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے۔

اور سورۃ تغابن میں فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ط

اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اور اس کے سارے حکم سنو اور مانو

اور سورۃ حشر میں فرمایا گیا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(الحشر ع ۳)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو (اور تقویٰ اختیار کرو) اور ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اس نے کل کے لیے (یعنی آخرت کیلیے) کیا عمل کیے ہیں اور دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح باخبر ہے۔

قرآن شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزاریں، دنیا میں بھی ان پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی بڑی مدد کرتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط

(الطلاق ع ۱)

اور جو لوگ ڈریں اللہ سے (اور تقوے والی زندگی گزاریں) تو اللہ ان کے لیے مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا کرتا ہے اور ان کو ایسے طریقوں سے رزق دیتا ہے جبکہ ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

قرآن شریف ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں تقویٰ ہوتا ہے وہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور پھر ان کو کسی دوسری چیز کا ڈر اور رنج بالکل نہیں ہوتا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ط (یونس ع ۷)

یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے جو ولی ہوتے ہیں انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوتا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو سچے مومن اور متقی ہوں۔ ان کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ان متقی اور پرہیزگار لوگوں کو جو نعمتیں آخرت میں ملنے والی ہیں ان کا کچھ ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران ع ۲)

(اے رسولؐ! ان لوگوں سے) آپ کہیے کیا میں تمھیں وہ چیز بتاؤں جو تمھاری اس دنیا کی تمام مرغوب چیزوں اور لذتوں سے بہت بہتر ہو! (سنو) ان لوگوں کیلیے جو اللہ سے ڈریں اور تقویٰ والی زندگی اختیار کریں انکے مالک کے پاس ایسے باغہائے جنت ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایسی بیبیاں جو بہت صاف ستھری ہیں (اور ان کیلیے) اللہ کی رضامندی اور خوشنودی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اپنے سب بندوں کو سب کے ظاہر و باطن کا حال اسکی نظر میں ہے

اِس سلسلہ میں سورۃ صٓ کی یہ آیت اور سُن لیجیے :

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝	اور یقیناً متقی بندوں کیلیے بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے
جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ	باغ ہیں سدابہار ہمیشہ رہنے کے، کھلے ہوئے ہیں ان
الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا	کیلیے دروازے، بیٹھے ہیں ان میں تکیے لگائے، منگاتے
يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ	ہیں (خادموں سے) میوے اور شربت اور انکے پاس بیبیاں
وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	ہیں نیچی نگاہ والیاں، سب ایک عمر کی۔ یہ ہے وہ
اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ	انعام جس کا وعدہ کیا جارہا ہے تم سے روزِ حساب
لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا	کے لیے۔ بیشک یہ ہے ہمارا رزق جس کے لیے
مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ (صٓ ع ۴)	کبھی نبڑنا نہیں۔

اور قرآن مجید ہی میں متقی بندوں کو یہ بھی خوش خبری سنائی گئی ہے کہ اپنے پروردگار کا خاص الخاص قرب ان کو نصیب ہوگا، سورۂ قمر کی آخری آیت ہے :

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ	متقی بندے (آخرت میں) جنت کے باغات اور
نَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ	نہروں میں رہیں گے ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار
عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (قمر ع ۳)	رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قریب۔

قرآن مجید میں یہ بھی اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت و شرافت کا مدار بس تقوے پر ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ	تم سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے
اَتْقٰكُمْ ۭ (الحجرات، ع ۲)	جو تقوے میں بڑا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے "مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے وہی لوگ ہیں جن میں تقوے کی صفت ہے خواہ وہ کسی قوم و نسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں"۔ تقوے (یعنی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر) ساری نیکیوں کی جڑ ہے، جس شخص میں جتنا تقویٰ ہوگا اس میں اتنی ہی نیکیاں اور اچھائیاں جمع ہوں گی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں اور بُری باتوں سے دُور ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے آپؐ سے عرض کیا کہ حضرت میں نے حضورؐ کے بہت سے ارشادات اور بہت سی ہدایات سُنی ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ یہ ساری ہدایتیں اور نصیحتیں مجھے یاد نہ رہ سکیں، اس لیے حضور کوئی ایک جامع نصیحت فرمادیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو اور اسی ڈر اور فکر اور تقوے کے ساتھ زندگی گزارو۔" یعنی اگر یہی ایک بات تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس یہی تمہارے لیے کافی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جسے خوف ہوگا وہ سویرے چل پڑے گا اور جو سویرے چل دے گا وہ بروقت منزل پر پہنچ جائے گا"۔ پس خوش نصیب اور کامیاب وہی ہیں جو خدا سے ڈریں اور آخرت کی فکر کریں۔ خدا کے خوف سے اور اس کے عذاب کے

ڈر سے اگر ایک آنسو بھی آنکھ سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی بڑی قدر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو انسان کے دو قطروں اور اس کے دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں۔ پس دو قطرے جو اللہ کو بہت پیارے ہیں ان میں سے ایک تو آنسو کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے خوف سے کسی آنکھ سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو راہِ خدا میں کسی کے جسم سے بہا ہو اور جو دو نشان اللہ کو بہت محبوب ہیں ان میں ایک تو وہ نشان ہے جو راہِ خدا میں کسی کو لگا ہو (یعنی جہاد میں زخم لگا ہو اور اس کا نشان رہ گیا ہو) اور دوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض ادا کرنے سے پڑ گیا ہو (جیسا کہ نمازیوں کی پیشانیوں اور گھٹنوں میں ہو جاتا ہے)" ایک دوسری حدیث میں ہے۔ "ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو" الغرض خدا کا سچا خوف اور آخرت کی فکر اگر کسی کو نصیب ہو تو بڑی بات ہے، اور اس خوف اور فکر سے آدمی کی زندگی سونا بن جاتی ہے۔ بھائیو! خوب سمجھ لو! اس چند روزہ دنیا میں جو خدا سے ڈرتا رہے گا مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں اس کو کوئی خوف اور رنج و غم نہ ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ ہمیشہ خوش و خرم اور بڑے چین و آرام سے رہے گا اور جو یہاں خدا سے نہ ڈرے گا اور آخرت کی فکر نہ کرے گا اور دنیا ہی کی لذتوں میں مست رہے گا وہ آخرت میں بڑے دکھ اٹھائے

گا اور ہزاروں برس خون کے آنسو روئے گا۔

تقویٰ یعنی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا ہونے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ اللہ کے ان نیک بندوں کی صحبت ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں اور اس کے حکموں پر چلتے ہوں۔ دوسرا ذریعہ دین کی اچھی معتبر کتابوں کا پڑھنا اور سننا ہے اور تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی موت کا خیال کیا کرے اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں پر جو ثواب اور گناہوں پر جو عذاب ملنے والا ہے اس کو یاد اور اس کا دھیان کیا کرے اور اپنی حالت پر غور کیا کرے اور سوچا کرے کہ قبر میں میرا کیا حال ہوگا اور قیامت میں جب سب بندے اُٹھائے جائیں گے تو میری کیا حالت ہوگی اور جب خدا کے سامنے پیشی ہوگی اور میرا نامۂ اعمال میرے سامنے کھولا جائے گا تو میں کیا جواب دوں گا اور کہاں منہ چھپاؤں گا۔ جو شخص ان طریقوں کو استعمال کرے گا انشاء اللہ اس کو ضرور تقویٰ نصیب ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔

آمین

ساتواں باب

معاملات میں سچّائی وایمان داری

اور

اکلِ حلال وحقوق العباد کی اہمیّت

معاملات میں سچائی اور ایمان داری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی و بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ قرآن شریف سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مسلمان وہی ہے جو اپنے معاملات میں اور کاروبار میں سچّا اور ایماندار ہو، عہد کا پکّا اور وعدے کا سچّا ہو، یعنی دھوکہ، فریب اور امانت میں خیانت نہ کرتا ہو، کسی کا حق نہ مارتا ہو، ناپ تول میں کمی نہ کرتا ہو، جھوٹے مقدمے نہ لڑاتا ہو اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہو، سود اور رشوت جیسی تمام حرام کمائیوں سے بچتا ہو اور جس میں یہ بُرائیاں موجود ہوں، قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالص مومن اور اصلی مسلمان نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا منافق ہے اور سخت درجہ کا فاسق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام بری باتوں سے بچائے۔ اِس بارے میں

قرآن و حدیث میں جو سخت تاکیدیں آئی ہیں ان میں سے چند ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی مختصر سی آیت ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
اے ایمان والو! تم کسی غلط اور ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ۔

اِس آیت نے کمائی کے ان تمام طریقوں کو مسلمانوں کے لیے حرام کر دیا ہے جو غلط اور باطل ہیں جیسے ڈھوکہ فریب کی تجارت، امانت میں خیانت، جُوا، سٹّہ، اور سود، رشوت وغیرہ۔ پھر دوسری آیتوں میں الگ الگ تفصیل بھی کی گئی ہے مثلاً جو دکاندار اور سوداگر ناپ تول میں ڈھوکہ بازی اور بے ایمانی کرتے ہیں ان کے متعلق خصوصیت سے ارشاد ہے :

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ تطفیف)

ان کم دینے والوں کیلیے بڑی تباہی (اور بڑا عذاب ہے) جو دوسرے لوگوں سے جب ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب خود دوسروں کیلیے ناپتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا انکو یہ خیال نہیں ہے کہ وہ ایک بہت بڑے دن اٹھائے جائینگے جس دن کہ سارے لوگ جزا و سزا کے لیے رب العٰلمین کے حضور میں حاضر ہوں گے۔

دوسروں کے حقوق دوسروں کی امانتیں ادا کرنے کیلیے خاص طور سے حکم ملا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا (سورۃ النساء)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کی جو امانتیں (اور جو حق) تم پر ہوں وہ ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

اور قرآن شریف ہی میں دو جگہ[1] سچے مسلمانوں کی یہ صفت اور پہچان بتلائی گئی ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝

وہ جو امانتوں کے ادا کرنے والے اور وعدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر خطبوں اور وعظوں میں فرمایا کرتے تھے کہ "یاد رکھو، جس میں امانت کا وصف نہیں، اس میں ایمان بھی نہیں اور جس کو اپنے عہد اور وعدے کا پاس نہیں، اس کا دین میں کچھ حصّہ نہیں"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "منافق کی تین نشانیاں ہیں، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا اور وعدہ پورا نہ کرنا"۔ تجارت اور سوداگری میں دھوکہ فریب کرنے والوں کے متعلق آپؐ نے فرمایا: "جو دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں اور مکر و فریب دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے"۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت

[1] ایک "سورۂ مومنون" میں اور دوسرے "سورۂ معارج" میں

ارشاد فرمائی جب کہ ایک دفعہ مدینے کے بازار میں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بیچنے کے لیے اس نے غلّے کا ڈھیر لگا رکھا ہے لیکن اوپر سوکھا غلّہ ڈال رکھا ہے اور اندر کچھ تری ہے، اُس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "ایسے دھوکے باز ہماری جماعت سے خارج ہیں"۔ پس جو دکاندار گاہکوں کو مال کا اچھا نمونہ دکھائیں اور جو عیب ہو اُس کو ظاہر نہ کریں تو حضورؐ کی اس حدیث کے مطابق وہ سچّے مسلمانوں میں سے نہیں ہیں اور خدا نہ کرے وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی ایسی چیز کسی کے ہاتھ بیچے جس میں کوئی عیب اور خرابی ہو اور گاہک پر وہ اس کو ظاہر نہ کرے تو ایسا آدمی ہمیشہ اللہ کے غضب میں گرفتار رہے گا (اور ایک روایت میں ہے) کہ ہمیشہ اس پر اللہ کے فرشتے لعنت کرتے رہیں گے"۔ بہر حال اسلامی تعلیم کی رُو سے تجارت اور کاروبار میں ہر قسم کی دغابازی اور جعل سازی حرام اور لعنتی کام ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا کرنے والوں سے اپنی بے تعلّقی کا اعلان فرمایا ہے اور ان کو اپنی جماعت سے خارج بتلایا ہے۔ اِسی طرح سود اور رشوت کا لین دین بھی (اگرچہ دونوں طرف کی رضامندی سے ہو) قطعاً حرام ہے اور ان کے لینے دینے والوں پر حدیثوں میں صاف صاف لعنت آئی ہے۔ سود کے متعلّق تو مشہور حدیث ہے

کہ حضورؐ نے فرمایا: "اللہ کی لعنت ہو سود کے لینے والے پر اور دینے والے پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر اور اُس کے گواہوں پر"۔ اور اسی طرح رشوت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے رشوت کے لینے والے پر اور دینے والے پر"۔ ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جس شخص نے کسی آدمی کے لیے کسی معاملے میں (جائز) سفارش کی، پھر اس آدمی نے اِس سفارش کرنے والے کو کوئی تحفہ دیا اور اس نے یہ تحفہ قبول کر لیا تو یہ بھی اس نے بڑا گناہ کیا (گویا یہ بھی ایک طرح کی رشوت اور قسم کا سودا ہو)"

بہرحال رشوت اور سود کا لین دین اور تجارت میں دھوکہ بازی اور بے ایمانی اسلام میں یہ سب یکساں طور پر حرام ہیں اور ان سب سے بڑھ کر حرام یہ ہے کہ جھوٹی مقدمہ بازی کے ذریعہ یا محض زبردستی سے کسی دوسرے کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی کی زمین کے کچھ بھی حصّے پر ناجائز قبضہ کیا تو قیامت کے دن اس کو یہ عذاب دیا جائے گا کہ زمین کے اِس ٹکڑے کے ساتھ وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یہاں تک کہ سب سے نیچے کے طبقے تک دھنستا چلا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے (حاکم کے سامنے) جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کی کسی چیز کو ناجائز

طریقے سے حاصل کر لیا تو اللہ نے اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب کر دی اور جنّت اس کے لیے حرام کر دی ہے" یہ سن کر کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ " اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اگرچہ وہ پیلو کے جنگلی درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو" ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مقدمہ باز کو آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، کہ" دیکھو! جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے کا کوئی بھی مال ناجائز طریقے سے حاصل کرے گا وہ قیامت میں اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس کسی نے کسی ایسی چیز پر دعویٰ کیا جو واقعہ میں اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ دوزخ میں اپنی جگہ بنالے اور جھوٹی گواہی کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ" حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک دن صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ایک خاص انداز میں تین دفعہ فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے"۔

حرام مال کی نجاست اور نحوست

مال حاصل کرنے کے جن ناجائز اور حرام ذریعوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے ذریعے جو مال بھی حاصل ہوگا وہ حرام اور ناپاک ہوگا اور جو شخص اس

کو اپنے کھانے پہننے میں استعمال کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی، دعائیں قبول نہ ہوں گی حتیٰ کہ اگر وہ اس سے کوئی نیک کام کرے گا تو وہ بھی اللہ کے یہاں قبول نہ ہوگا اور آخرت میں اللہ کی خاص رحمتوں سے وہ محروم رہے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جو شخص (کسی ناجائز طریقے سے) کوئی حرام مال حاصل کرے گا اور اس سے صدقہ کرے گا تو اس کا یہ صدقہ قبول نہ ہوگا اور اس میں جو کچھ (اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں میں) خرچ کرے گا اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر اس کو ترکہ میں چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے لیے جہنّم کا توشہ ہوگا۔ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا (یعنی حرام مال کا صدقہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ نہیں بن سکتا) بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے، کوئی ناپاکی دوسری ناپاکی کو ختم کرکے اس کو پاک نہیں کر سکتی"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالٰے خود پاک ہے اور وہ پاک اور حلال مال ہی کو قبول کرتا ہے۔ پھر آخر حدیث میں آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر کرکے (کسی خاص متبرک مقام پر دعاء کرنے کے لیے) اس حال میں آئے کہ اس کے بال پراگندہ ہوں اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اٹا ہوا ہو اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا

کے وہ خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے اور کہے اے میرے رب! اے میرے پروردگار! لیکن اس کا کھانا پینا مالِ حرام سے ہو اور اس کا لباس بھی حرام کا ہو اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اس حالت میں اس کی یہ دعا کیونکر قبول ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ جب کھانا پینا سب حرام مال سے ہو تو دعا کی قبولیت کا کوئی استحقاق نہیں رہتا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان دس میں سے ایک درہم حرام ذریعے سے آیا ہُوا ہو تو جب تک وہ کپڑا جسم پر رہے گا اس شخص کی کوئی نماز بھی اللہ کے ہاں قبول نہ ہو گی"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "جو جسم حرام مال سے پلا ہو وہ جنّت میں نہ جا سکے گا"۔ بھائیو! اگر ہمارے دلوں میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ان ارشادات کے سننے کے بعد ہم کو قطعی طور سے طے کر لینا چاہیئے کہ خواہ ہمیں دنیا میں کیسی ہی تنگدستی اور تکلیف سے گزارا کرنا پڑے، ہم کسی ناجائز اور حرام ذریعہ سے کبھی کوئی پیسہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور بس حلال آمدنی ہی پر قناعت کریں گے

پاک کمائی اور ایماندارانہ کاروبار

پھر اسلام میں جس طرح کمائی کے ناجائز طریقوں کو حرام اور ان سے

حاصل ہونے والے مال کو خبیث اور ناپاک قرار دیا گیا ہے اسی طرح حلال طریقوں سے روزی حاصل کرنے اور ایمان داری کے ساتھ تجارت اور کاروبار کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" حلال کمائی کی تلاش بھی دین کے مقررہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہی ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اپنی محنت سے روزی کمانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ" کسی نے اپنی روزی اس سے بہتر طریقے سے حاصل نہیں کی کہ خود اپنے دست و بازو سے اس کے لیے اس نے کام کیا ہو اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا طریقہ بھی تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کر کے اپنی روزی حاصل کرتے تھے"۔ ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (قیامت میں) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا

معاملات میں نرمی اور رحم دلی اور قرضہ ادا کرنے کی سخت تاکید

مالی معاملات اور کاروبار میں جس طرح سچائی اور ایمانداری پر اسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کو اعلیٰ درجے کی نیکی اور ذریعہ قرب خداوندی قرار دیا گیا ہے، اس طرح اس کی بھی بڑی ترغیب دی گئی ہے، اور بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ معاملہ اور لین دین میں نرمی کا رویہ اختیار

کیا جائے اور سخت گیری سے کام نہ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اللہ کی رحمت ہو اس بندے پر جو خرید و فروخت میں اور دوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں نرم ہو"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا" جو آدمی اللہ کے کسی غریب اور تنگدست بندے کو (قرض کی ادائیگی میں) مہلت دے دے یا (کلّی یا جزئی طور پر اپنا مطالبہ) معاف کر دے تو اللہ تعالےٰ اس کو قیامت کے دن کی پریشانیوں سے نجات عطا فرما دے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ" قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دیگا"۔ حضورؐ کے اِن ارشادات کا تعلّق تو تاجروں اور اُن دولت مندوں سے ہے جن سے تنگ حال لوگ اپنی ضرورتوں کے لیے قرض لے لیتے ہیں لیکن جو لوگ کسی سے قرض لیں، خود ان کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی انتہائی تاکید فرماتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے وہ جلد سے جلد قرض ادا کرنے کی کوشش کریں اور ایسا نہ ہو کہ قرض دار ہونے کی حالت میں دنیا سے چلے جائیں اور اللہ کے کسی بندے کا حق ان کے ذمّے باقی رہ جائے۔ اِس بارے میں آپ جتنی سختی فرماتے تھے اس کا اندازہ حضورؐ کے ان ارشادات سے ہو سکتا ہے، ایک حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اگر آدمی راہِ خدا میں شہید ہو جائے تو شہادت کے طفیل اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائینگے۔

لیکن اگر کسی کا قرض اس کے ذمّے ہے تو اس سے اس کی گردن شہید ہو کر بھی نہ چھوٹے گی۔" ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اُس پروردگار کی قسم! جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، اگر کوئی شخص راہِ خدا میں شہید ہو، پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر اس کے ذمّے کسی کا قرض باقی ہو تو (اس قرض کے فیصلے کے بغیر) وہ بھی جنت میں نہیں جا سکے گا۔" مالی معاملات اور حقوق العباد کی نزاکت کا اندازہ کرنے کے لیے بس یہی دو حدیثیں کافی ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم بھی ان کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھیں اور ہمیشہ اس کی کوشش کرتے رہیں کہ کسی بندے کا کوئی حق ہماری گردن پر نہ رہ جائے۔

آٹھواں باب

معاشرت کے احکام و آداب

اور

باہمی حقوق

معاشرت کے آداب اور حقوق کی تعلیم بھی اسلام کی خاص اور اہم تعلیمات میں سے ہے اور ایک مسلمان سچا اور پکّا مسلمان جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ اسلام کے معاشرتی احکام پر بھی پوری طرح عمل کرے۔ معاشرتی احکام سے ہماری مراد باہمی برتاؤ کے وہ طور طریقے ہیں جو اسلام نے سکھائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اولاد کا رویّہ ماں باپ کے ساتھ کیسا ہو اور ماں باپ کا برتاؤ اولاد کے ساتھ کس طرح کا ہو، ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آئے، بہنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے۔ میاں بیوی باہم کس طرح رہیں اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا رویّہ کیا ہو، امیر لوگ غریبوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کریں اور غریب امیروں کے ساتھ کیسا رویّہ رکھیں، آقا کا تعلق ملازم کے ساتھ اور ملازم کا برتاؤ آقا کے ساتھ کیسا ہو؟ الغرض اس دنیوی

زندگی میں مختلف طبقوں کے جن چھوٹے بڑے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے اُن کے ساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں اسلام نے ہم کو جو نہایت مکمّل اور روشن ہدایتیں دی ہیں، وہی "معاشرت کے احکام و آداب" ہیں اور اس باب میں ہم انھیں کا کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق اور ان کا ادب

اِس دنیا میں انسان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا تعلّق ماں باپ سے ہے، اسلام نے اللہ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے، قرآن شریف میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا	اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ اچھائی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور ان سے خفگی کی بات نہ کرو اور ان سے ادب و تمیز سے بولو اور خاکساری و نیازمندی کے ساتھ ان کی اطاعت کرو اور ان کے حق میں خدا سے اس طرح دعا بھی کرتے رہو کہ اے

كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ (بنی اسرائیل) — پروردگار! تو ان پر رحمت فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے شفقت سے پالا، پرورش کیا۔

قرآن شریف ہی کی ایک دوسری آیت میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ "اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافر و مشرک ہوں اور وہ اولاد کو بھی کفر و شرک کے لیے مجبور کریں تو اولاد کو چاہیئے کہ ان کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتی رہے"۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں:

وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (سورۂ لقمان)

قرآن شریف کے علاوہ حدیثوں میں بھی ماں باپ کی خدمت و اطاعت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو سخت گناہ بتلایا ہے، ایک حدیث میں ہے "ماں باپ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور ماں باپ کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ "اولاد پر ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "اولاد کی جنّت اور دوزخ ماں باپ ہیں" (یعنی ان کی خدمت سے جنّت مل سکتی ہے اور ان کی نافرمانی اور بدسلوکی دوزخ میں لے جانے والی

ہے)" ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ " ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرنے والا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی محبّت اور عظمت کی نگاہ سے ماں یا باپ کی طرف نظر کرے تو اللہ تعالےٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اس کے لیے لکھ دیتے ہیں"۔ لوگوں نے حضور سے سوال کیا کہ " حضرت ! اگر وہ روزانہ سو دفعہ دیکھے جب بھی ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا ؟" حضورؐ نے فرمایا" ہاں ! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اس کے یہاں کوئی کمی نہیں وہ جس عمل پر جتنا ثواب دینا چاہے دے سکتا ہے) ایک حدیث میں ہے" جنّت ماں باپ کے پاؤں کے نیچے ہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابۂ کرامؓ کو سب سے بڑے گناہ یہ بتلائے" اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی دینا"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" تین قسم کے آدمی ہیں جنکی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ ان میں سے ایک قسم وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں"۔

اولاد کے حقوق :

اسلام نے جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق مقرر کیے ہیں اسی

طرح سے ماں باپ پر بھی اولاد کے کچھ حق رکھے ہیں جہاں تک ان کو کھلانے پلانے اور پہنانے کے حق کا تعلق ہے اُس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ اولاد کے اس حق کا احساس ہمیں فطری اور طبعی طور پر بھی ہے۔ ہاں اولاد کے جس حق کی ادائیگی میں ہم سے عموماً کوتاہی ہوتی ہے وہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل و عیال کی تربیت اور نگرانی اس طرح کریں کہ مرنے کے بعد وہ جہنم میں نہ جائیں، قرآن شریف میں ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۝ — اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی آل اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اولاد کی اچھی تربیت کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمائی ہے "باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے" بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں لڑکوں سے زیادہ محبت اور دلچسپی ہوتی ہے اور بیچاری لڑکیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں اور اس واسطے ان کی خبر گیری اور تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں اس لیے اسلام میں لڑکیوں کی اچھی تربیت کی خصوصیت سے تاکید کی گئی ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص

کے بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے اور ان کو اچھی تربیت دے اور (مناسب جگہ) ان کی شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّت دے گا۔"

میاں بیوی کے حقوق

انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کا تعلّق بھی ایک اہم تعلّق ہے اور ان دونوں کا گویا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کے متعلّق بھی نہایت صاف صاف اور تاکیدی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ اس بارے میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہیئے کہ اپنے شوہر کی پوری خیر خواہی اور فرمانبرداری کرے اور اس کی امانت میں کسی طرح کی خیانت نہ کرے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ (النساء ع ۳) — پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور شوہر کی غیر موجودگی میں اسکی امانت کی حفاظت کرتی ہیں

اور شوہروں کو اسلام کا حکم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ پوری محبّت کریں اور اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں اور ان کی دلداری میں کمی نہ کریں۔ ارشاد ہے،

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ — بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس قرآنی تعلیم کے مطابق مسلمان مردوں اور عورتوں کو باہم حسنِ سلوک کی اور ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی بڑی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ایک مرتبہ آپؐ نے عورتوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا "جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ نہ آئے، اور وہ رات کو اس سے ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔" اور اس کے برعکس ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنّت میں جائے گی۔" ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، کوئی عورت اللہ کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔" اور ایک اہم موقع پر مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع میں خاص مردوں کو خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا "میں تم کو عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خاص طور سے وصیّت کرتا ہوں، تم میری اس وصیت کو یاد رکھنا، دیکھو وہ تمھاری ماتحت ہیں اور تمھارے بس میں ہیں" ایک اور حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں" ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن

کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی گھر والیوں کے ساتھ جن کا برتاؤ لطف و محبّت کا ہو۔

عام قرابت داروں کے حقوق

ماں باپ، اولاد اور میاں بیوی کے تعلقات کے علاوہ آدمی کا ایک خاص تعلق اپنے عام قرابت داروں سے بھی ہوتا ہے۔ اسلام نے اس تعلق اور رشتے کا بھی بہت لحاظ کیا ہے اور اس کے اعتبار سے بھی کچھ باہمی حقوق مقرّر کیے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں جا بجا "ذَوِی الْقُرْبٰی" کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اسلام میں اس شخص کو بہت بڑا مجرم اور مہا پاپی بتلایا گیا ہے جو رشتے داری اور قرابت کے حقوق کو پامال کرے ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا "قرابت کے حق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رشتوں ناتوں کا لحاظ نہ رکھنے والا جنّت میں نہیں جائیگا" پھر اس سلسلہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک خاص تعلیم اور تاکید یہ ہے کہ اگر بالفرض تمہارا کوئی قرابت دار تمہارا حقِ قرابت ادا نہ کرے تو اس کی قرابت کا حق تم اس صورت میں بھی ادا کرتے رہو چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ "تمہارا جو عزیز قریب تم سے بے تعلقی اور بے مروّتی برتے اور قرابت کا حق ادا نہ کرے تو تم اس

سے بے تعلقی مت برتو، اپنی طرف سے تم اس کی قرابت کا حق ادا کرتے رہو۔ (صِلْ مَنْ قَطَعَكَ الخ)

بڑوں کے چھوٹوں پر اور چھوٹوں کے بڑوں پر عام حقوق

اسلام نے معاشرت کے سلسلہ میں ایک عمومی اور اصولی تعلیم یہ بھی دی ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑوں کی تعظیم و تکریم کرے اور ان کے سامنے ادب لحاظ سے رہے اور ہر بڑے کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرے (اگرچہ ان میں باہم کوئی رشتہ داری نہ ہو) اسلام کی نظر میں یہ چیز اتنی اہم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ "جو بڑا اپنے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور جو چھوٹا اپنے بڑوں کا ادب لحاظ نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کی بڑی عمر کی وجہ سے اس کی عزت کرے گا، تو اللہ اس کے واسطے بھی ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو اس کے بڑھاپے کے وقت اس کی عزت کریں گے۔

پڑوسی کے حقوق

انسان کا اپنے رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اپنے پڑوسیوں

کے ساتھ ہوتا ہے، اسلام نے اس تعلّق کو بھی بہت اہمیّت دی ہے اور اس کے لیے مستقل اور مفصّل ہدایتیں دی ہیں، قرآن مجید میں جہاں ماں باپ، میاں بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے وہاں پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے، "وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" اس آیت میں تین قسم کے پڑوسیوں کا ذکر ہے اور ان میں سے ہر قسم کے پڑوسی کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ "وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى" سے مراد وہ پڑوسی ہیں جن سے پڑوس کے علاوہ کوئی خاص قرابت بھی ہو، اور "وَالْجَارِ الْجُنُبِ" سے مراد وہ پڑوسی ہیں جن کے ساتھ کوئی اور تعلّق رشتہ داری وغیرہ کا نہ ہو، صرف پڑوس ہی کا تعلّق ہو، جس میں غیر مسلم پڑوسی بھی داخل ہیں اور "وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا کہیں اتفاقی ساتھ ہو گیا ہو جیسے سفر کے ساتھی یا مدرسہ کے ساتھی یا ساتھ رہ کر کام کاج کرنے والے، اس میں بھی مسلم غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور ان تینوں قسم کے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا اسلام نے ہم کو حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اس کی اس قدر سخت تاکید فرماتے تھے کہ ایک حدیث میں

ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا "جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے" ایک دوسری حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا "وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کھائے اور پہلو میں رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا رہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا "خدا کی قسم وہ اصلی مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ پورا مومن نہیں، واللہ وہ پورا مومن نہیں"۔ عرض کیا گیا، حضور! کون پورا مومن نہیں؟ ارشاد فرمایا "وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہیں" ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا "وہ آدمی جنّت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی امن میں نہیں" ایک اور حدیث میں ہے کہ "کسی صحابیؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ فلاں عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑی نمازیں پڑھتی ہے، بہت روزے رکھتی ہے اور خوب خیرات کرتی ہے لیکن اپنی زبان کی تیزی سے پڑوس والوں کو تکلیف بھی پہنچاتی رہتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا" کہ "وہ دوزخ میں جائے گی" پھر انہی صحابی نے عرض کیا "یا رسول اللہ اور فلانی عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نماز، روزہ اور خیرات تو بہت نہیں کرتی (یعنی نفل نمازیں، نفل روزے اور نفلی صدقے

بمقابلہ پہلی عورت کے کم کرتی ہے) لیکن پڑوس والوں کو اپنی زبان سے کبھی تکلیف نہیں پہنچاتی، تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ جنت میں جائے گی" بھائیو! یہ ہیں اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق، افسوس! آج ہم ان احکام سے کتنے غافل ہیں۔

کمزوروں اور حاجت مندوں کے حقوق

یہاں تک جن طبقوں کے حقوق کا بیان کیا گیا، یہ سب وہ تھے جن سے آدمی کا کوئی خاص تعلق اور واسطہ ہوتا ہے خواہ قرابت ہو یا پڑوس یا ساتھ رہنا لیکن اسلام نے ان کے علاوہ تمام کمزور طبقوں اور ہر طرح کے حاجت مندوں کا بھی حق مقرر کیا ہے اور جو لوگ کچھ مقدرت اور حیثیت رکھتے ہیں ان پر لازم کیا ہے کہ وہ ان کی خبر گیری اور خدمت کیا کریں اور اپنی دولت اور اپنی صلاحیتوں میں ان کا بھی حق اور حصہ سمجھیں۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ یتیموں، مسکینوں، مفلسوں، مسافروں اور دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور مدد کی جائے، بھوکوں کے کھانے کا اور ننگوں کے کپڑوں کا انتظام کیا جائے وغیرہ وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی تاکید و ترغیب دی ہے اور اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اس

سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں برابر کر کے فرمایا کسی یتیم بچے کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہو گا جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بیوہ عورتوں اور غریبوں، محتاجوں کی خبر گیری اور مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا آدمی راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے درجے کے برابر ہے اور ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات نفلوں میں گزارتا ہو"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا" جو بھوکے ہوں اُن کے کھانے کا انتظام کرو، بیماروں کی خبر لو، قیدیوں کو چھڑاؤ"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو چند ہدایتیں فرمائیں اور اس ضمن میں فرمایا" مصیبت زدوں کی مدد کرو اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاؤ"۔ اِن حدیثوں میں آپؐ نے مسلم غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ بعض حدیثوں میں تو آپؐ نے جانوروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کی سخت تاکید فرمائی ہے اور بے زبان جانوروں پر ترس کھانے والے اور ان کی خبر گیری کرنیوالے لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سُنائی ہے۔ فی الحقیقت اسلام سارے عالم اور ساری مخلوق کے لیے رحمت ہے اور ہمارے آقا اور

ہادی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم رحمۃ للعالمین ہیں لیکن ہم خود آپؐ کے احکام اور پیغام سے دُور ہو گئے۔ کاش! ہم بھی سچے مسلمان بن کر ساری دنیا کے لیے رحمت بن جائیں۔

مسلمان پر مسلمان کا حق

قرابت اور پڑوس اور عام انسانی حقوق کے علاوہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے کچھ اسلامی حقوق ہیں، اِس بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر لازم ہے کہ نہ اس پر خود کوئی ظلم و زیادتی کرے اور (اگر کوئی دوسرا اس پر ظلم کرے تو یہ) اس کو اکیلا چھوڑ کر الگ نہ ہو جائے (بلکہ ممکن ہو تو اس کی مدد کرے اور اس کا ساتھ دے) تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پورا کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں لگا رہے گا اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دُور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کی کسی تکلیف سے اس کو نجات دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔ ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "تم باہم بُغض و عداوت نہ رکھو، حسد نہ کرو،

غیبتیں نہ کرو اور ایک اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ سلام و کلام کرے۔" ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا "مسلمان کا مال، اس کی جان اور اس کی آبرو مسلمان پر بالکل حرام ہے۔" اب ہم آدابِ معاشرت اور حقوقِ باہمی کے اس سلسلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں جو ہر مسلمان کو لرزا دینے والی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے پوچھا: بتاؤ مفلس اور نادار کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، حضورؐ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔" آپؐ نے فرمایا "نہیں! ہم میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز اور روزہ اور صدقے کا ذخیرہ لے کر آئے گا، لیکن دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان رکھا ہو گا، کسی کو مارا پیٹا ہو گا، کسی کا مال ناحق کھایا ہو گا۔ جب یہ حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو اس کے مدعی لوگ آئیں گے اور بقدر ان کے حقوق کے اس کی نیکیوں میں سے ان کو دلوایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر ان کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈلوا دیا جائے گا۔" بھائیو! اس حدیث پر غور کرو اور سوچو کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان کو برا بھلا

کہنا، اوران کی غیبتیں کرنا، اپنے آپ کوکس قدر ہلاکت میں ڈالنا ہے
خدا کے بندو! اگر کسی کی کوئی حق تلفی تم نے کی ہو تو دنیا ہی میں
اس کا حساب کرلو یا اس کا بدلہ دے دو یا معاف کرالو اور آئندہ کیلیے
احتیاط کا عہد کر لو ورنہ آخرت میں اس کا انجام بُرا ہونے والا ہے۔
اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ آمین۔

نواں باب

اچھّے اخلاق اور عمدہ صفات

اچھے اخلاق واوصاف کی تعلیم بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے اور لوگوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح و درستی ان خاص مقاصد میں سے ہے جن کے پورا کرنے کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "میں اللہ کی طرف سے اِس لیے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تعلیم دوں اور انھیں مرتبۂ کمال تک پہنچا دوں۔"

اچھے اخلاق کی فضیلت اور اہمیت

اسلام میں اچھے اخلاق کی جو اہمیّت اور فضیلت ہے اُس کا کچھ اندازہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مندرجہ ذیل حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔" ایک اور حدیث میں وارد ہُوا ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "قیامت کے دن میری نظر میں

سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہو گا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزن اچّھے اخلاق کا ہو گا" ایک اور روایت میں ہے، حضورؐ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی صفت ہے جو انسان کو جنّت میں لے جاتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا" اللہ کا خوف اور اچھے اخلاق" ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" اچھے اخلاق والے مومن کو دنوں کے روزوں اور راتوں کے قیام (یعنی نفل نمازوں) کا ثواب ملتا ہے" مطلب یہ ہے کہ جس اللہ کے بندے کو ایمان نصیب ہو اور وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرض ادا کرتا ہو اور زیادہ نفل روزے نہ رکھتا ہو اور نہ رات کو بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتا ہو مگر اس کے اخلاق اچھے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے ہی ان لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو صائم النہار اور قائم اللیل ہوں (یعنی دنوں کو روزے رکھنے والے اور راتوں کو نفل نمازیں پڑھنے والے)

بُرے اخلاق کی نحوست:

جس طرح حضورؐ نے اچھے اخلاق کی یہ فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اسی طرح بُرے اخلاق کی نحوست سے بھی آپؐ نے ہم کو خبردار کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا "بُرے اخلاق والا آدمی جنت میں نہ جا سکے گا" ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "کوئی گناہ اللہ کے نزدیک بُرے اخلاق سے بدتر نہیں"

چند اہم اور ضروری اخلاق کا بیان

یوں تو قرآن و حدیث میں تمام اچھے اخلاق اور عمدہ روحانی صفات کی تعلیم دی گئی ہے اور سب بُرے اخلاق اور بُری عادات سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے لیکن یہاں ہم اسلام کی صرف ضروری اور بنیادی درجے کی چند اخلاقی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے بغیر کوئی شخص سچّا مومن اور مسلم نہیں ہو سکتا۔

سچّائی اور راست بازی

اسلام میں سچائی کی اتنی اہمیّت ہے کہ ہر مسلمان کو ہمیشہ سچ بولنے کے علاوہ اس کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ سچّوں کے ساتھ اور سچّوں کی صحبت میں رہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور صرف
وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ	سچّوں کے ساتھ رہو۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا "جو یہ چاہے کہ اللہ و رسول سے اس کو محبت ہو یا اللہ و رسول اس سے محبت کریں تو اس کو لازم ہے کہ جب بات کرے ہمیشہ سچ بولے"۔ ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا "سچائی اختیار کرو، اگرچہ تمھیں اس میں اپنی بربادی اور موت نظر آئے۔ کیونکہ درحقیقت نجات اور زندگی سچائی ہی میں ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرو، اگرچہ بظاہر اس میں نجات اور کامیابی نظر آئے کیونکہ جھوٹ کا انجام بربادی اور نامرادی ہے"۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ "اہلِ جنت کی کیا علامت ہے؟" آپؐ نے فرمایا "سچ بولنا" اور اس کے بالمقابل ایک دوسری حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا "جھوٹ بولنا منافق کی خاص نشانیوں میں سے ہے" ایک اور حدیث میں ہے کہ "کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "ہاں! ہو سکتا ہے"۔ پھر دریافت کیا گیا "کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟" آپؐ نے فرمایا۔ "ہاں! ہو سکتا ہے" پھر سوال کیا گیا "کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا "نہیں"۔ (یعنی جھوٹ کی عادت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی)، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہمیشہ

کے لیے ہم سچائی کو اختیار کریں جو نجات دلانے والی، جنت میں پہنچانے والی اور اللہ و رسول کا محب و محبوب بنانے والی ہے اور جھوٹ سے مکمّل پرہیز کریں۔ جس کا انجام تباہی و بربادی اور خدا و رسول کی لعنت اور ناراضامندی ہے اور جو منافقوں کی نشانی ہے۔

عہد کی پابندی

یہ بھی دراصل سچائی ہی کی ایک خاص قسم ہے کہ جس کسی سے جو عہد کیا جائے اس کو پورا کیا جائے۔ قرآن و حدیث میں خصوصیت سے اسکی ہدایت اور تاکید فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرآئیل ع ۴) — اور اپنا ہر عہد پورا کرو۔ یقیناً تم سے قیامت میں ہر عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔

قرآن شریف ہی میں ایک دوسری جگہ نیکیوں اور نیکوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے:

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ۚ (بقرہ ع ۲۲) — اور اللہ کے نزدیک نیک وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے عہد کو پورا کریں جب عہد کریں۔

حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے خطبوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے "جو اپنے عہد کا پابند نہیں اس کا دین میں حصّہ نہیں"۔ ایک اور

حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا "عہد کا پورا نہ کرنا منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے"۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عہد شکنی اور وعدہ خلافی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ان بری عادتوں سے ہم سب کو بچائے۔

امانت داری

امانت داری بھی در اصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص قسم ہے، اسلام میں اس کی تاکید بھی خصوصیت سے فرمائی گئی ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ	اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو

اور قرآن شریف ہی میں دو جگہ پر سچے ایمان والوں کی صفات کے بیان میں فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ	اور وہ لوگ جو امانتوں کی اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی امانتیں ادا کرتے ہیں اور عہد کو پورا کرتے ہیں)
(سورۂ مومنون و سورۂ معارج)	

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ اپنے اکثر خطبوں

ہیں بر سرِ منبر فرمایا کرتے تھے " لوگو! جس میں امانت کی صفت نہیں اس میں گویا ایمان ہی نہیں "۔ ایک حدیث میں ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ " کسی کی نیکی کا اندازہ کرنے کے لیے صرف اس کے نماز روزہ ہی کو نہ دیکھو (یعنی کسی کے صرف نماز روزہ ہی کو دیکھ کر اس کے معتقد نہ ہو جاؤ) بلکہ یہ چیز دیکھو کہ جب بات کرے تو سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ادا کرے اور تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی پرہیزگاری پر قائم رہے "۔ عزیزو! اگر ہم اللہ کے نزدیک سچے مومن اور اس کی رحمتوں کے مستحق ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہر معاملہ میں امانت داری اور ایمان داری اختیار کریں اور عہد کی پابندی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں یاد رکھو کہ ہم میں سے جس کسی میں یہ اوصاف نہیں وہ اللہ و رسولؐ کے نزدیک سچّا مومن اور پورا مسلمان نہیں ۔

عدل و انصاف

اسلام نے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کی بھی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے ، قرآن مجید میں ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے کا اور

احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔) پھر اسلام میں عدل و انصاف کی یہ تاکید صرف اپنوں ہی کے حق میں نہیں فرمائی گئی ہے بلکہ غیروں کے حق میں بھی اور جان ومال اور دین و ایمان کے دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف ہی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ قرآن شریف کا کھلا ہوا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (سورۂ مائدہ ع ۲)

اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو، تم ہر حال میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو، تقویٰ کی شان کے یہی زیادہ مناسب ہے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی شخص سے یا کسی قوم سے اگر بالفرض ہماری دشمنی اور لڑائی ہو تب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو اللہ کے نزدیک سخت مجرم اور گنہگار ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے دن اللہ سے سب سے زیادہ قریب اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا امام عادل ہوگا (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق انصاف کیساتھ حکومت کرنے والا حکمران) اور اللہ سے سب سے زیادہ دور اور سخت ترین عذاب میں گرفتار قیامت کے دن امام جائر ہوگا (یعنی ظلم اور بے انصافی سے حکومت کرنے والا حکمران)" ایک دوسری حدیث

میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے فرمایا "تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایۂ رحمت میں کون لوگ سب سے پہلے آئیں گے؟" عرض کیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کو زیادہ معلوم ہے (لہٰذا حضورؐ ہی ہم کو بتلائیں کہ کون خوش نصیب بندے قیامت کے دن سب سے پہلے رحمت کے سایہ میں لیے جائیں گے) آپؐ نے ارشاد فرمایا "یہ وہ بندے ہوں گے جن کا حال یہ ہوگا کہ جب ان کا حق ان کو دیا جائے تو قبول کریں اور جب کوئی ان سے اپنا حق مانگے تو وہ (بغیر لیت ولعل کے) اس کا حق ادا کر دیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بالکل اسی طرح فیصلہ کریں جس طرح کہ خود اپنے لیے کریں (یعنی اپنے اور غیر کے معاملہ میں کوئی فرق نہ کریں"۔ افسوس! ہم مسلمانوں نے اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کو بالکل بھلا دیا ہے اگر آج مسلمانوں میں یہ صفات پیدا ہو جائیں کہ وہ بات کے سچے، عہد کے پکّے، امانتدار اور ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والے ہو جائیں تو دنیا کی عزتیں بھی ان کے قدم چومیں اور جنت میں بھی ان کو بڑے درجے ملیں۔

رحم کھانا اور قصور وار کو معاف کرنا

کسی کو مصیبت کی حالت میں اور دکھ درد میں مبتلا دیکھ کر اس

پر رحم کھانا اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنا اور کسی خطا کار کی خطا معاف کرنا بھی ان اخلاق میں سے ہے جن کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اللہ کے بندوں پر رحم کھاؤ، تم پر رحمت کی جائے گی، تم لوگوں کے قصور معاف کرو، تمھارے قصور معاف کیے جائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی کسی کا قصور معاف نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا قصور معاف نہیں کرے گا"۔ ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رحم کھانے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے، تم زمین والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو تم پر آسمان والا رحمت کرے گا"۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام، دوست اور دشمن سب کے ساتھ بلکہ زمین میں بسنے والی سب مخلوق کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کسی شخص نے ایک پیاسے کتے کو جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا، اس پر رحم کھا کر پانی پلا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اِس فعل کے بدلے میں اس کو جنت عطا فرما دی تھی"۔ افسوس! اللہ کی

مخلوق پر رحم کھانے اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفت ہم سے نکل گئی اور اسی واسطے ہم خدا کی رحمتوں کے قابل نہیں رہے۔

نرم مزاجی

لین دین میں اور ہر طرح کے برتاؤ میں نرمی اور آسانی کرنا بھی اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نرمی کرنے والوں اور آسانی کرنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا سختی پر نہیں دیتا"۔

تحمل اور بُردباری

ناگوار باتوں کو برداشت کرنا اور ایسے موقع پر غصّے کو پی جانا بھی اُن اخلاق میں سے ہے جن کو اسلام سب انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے نزدیک ان اہلِ ایمان کا بڑا درجہ ہے، جو اپنے اندر یہ صفت پیدا کرلیں۔ قرآن شریف میں جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے لیے جنّت سجائی گئی ہے وہاں ایسے لوگوں کا خاص طور

سے ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے۔

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط (آل عمران ع ۱۴) جو غصّہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں

ایسے لوگوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ "جو شخص اپنے غصّہ کو روکے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔" بڑے خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو غصّہ آنے کے وقت ان آیتوں اور حدیثوں کو یاد کر کے اپنے غصّے کو روک لیں اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنے عذاب کو روک لے۔

خوش کلامی اور شیریں زبانی

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے کہ بات چیت ہمیشہ خوش اخلاقی سے اور میٹھی زبان میں کی جائے، اور سخت کلامی اور بد زبانی سے پرہیز کیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے،

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور لوگوں سے اچھی بات کہو

اسلام نے خوش کلامی کو نیکی قرار دیا ہے اور سخت کلامی کو گناہ بتلایا ہے۔ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "نرمی اور خوش اخلاقی سے بات چیت کرنا نیکی ہے اور

ایک قسم کا صدقہ ہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا، "بدزبانی ظلم ہے اور ظلم کا ٹھکانہ جہنم ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔" بدزبانی نفاق ہے (یعنی منافقوں کی خصلت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدزبانی اور سخت کلامی کی اس ظالمانہ اور منافقانہ خصلت سے ہماری حفاظت فرمائے اور وہ خوش کلامی اور نرم گفتاری ہم کو نصیب فرمائے جو ایمان کی شان ہے اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے۔

عاجزی اور انکساری

اسلام جن عادتوں کو اپنے ماننے والوں میں عام کرنا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے دوسرے بندوں کے مقابلے میں آدمی اپنے کو نیچا رکھے اور خود کو عاجز اور حقیر بندہ سمجھے، یعنی غرور اور تکبّر سے اپنے دل کو پاک رکھے اور اس کے بجائے خاکساری کو اپنا شیوہ بنائے۔ اللہ کے یہاں عزّت اور بلندی انھیں خوش نصیبوں کے لیے ہے جو اس دنیا میں نیچے ہو کر رہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان ع ۶) — رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ (القصص ۸۳)

آخرت کے اس گھر (جنّت) کا وارث ہم انھیں کو کریں گے جو نہیں چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا اور فساد کرنا۔

"ایک حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے خاکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے اتنے بلند کرے گا کہ اس کو اعلیٰ علّیین میں پہنچائے گا" (جو جنّت کا سب سے اونچا درجہ ہے) اور اس کے برخلاف غرور اور تکبّر اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبّر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنّم میں ڈلوائے گا"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر اور غرور ہوگا وہ جنّت میں نہ جا سکے گا"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا "تکبّر سے بچو، تکبّر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا"۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شیطانی خصلت سے بچائے اور وہ عاجزی اور خاکساری نصیب فرمائے جو اس کو پسند ہے اور جو بندگی کی شان ہے۔ لیکن یہاں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری عاجزی اور خاکساری اپنے نفس اور اپنی ذات کے معاملہ میں ہونی چاہیے مگر حق کے معاملہ میں اور دین کے بارے میں ہمیں قوت اور پختگی کا ثبوت

دینا چاہیئے، اس موقع کے لیے اللہ کا اور اللہ کے رسولؐ کا حکم یہی ہے الغرض مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو حقیر اور نیچا سمجھے اور حق پر مضبوطی سے قائم رہے اور کسی کے ڈر، خوف سے اُس میں کمزوری نہ دکھائے۔

صبر وشجاعت

اس دنیا میں آدمیوں پر مصیبتوں اور مشقّتوں کے وقت بھی آتے ہیں کبھی بیماری آتی ہے کبھی محتاجی اور ناداری کی صورت ہو جاتی ہے کبھی ظالم دشمن ستانے میں کبھی دوسرے پر حالات ناموافق ہو جاتے ہیں، پس ایسے موقعوں کے لیے اسلام کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے بندے صبر اور ہمّت سے کام لیں اور ہزار تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود مضبوطی اور بہادری کے ساتھ اپنے اصول پر قائم رہیں، ایسے لوگوں کے لیے قرآن شریف کی خوشخبری ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ — اور اللہ صبر والوں سے محبّت رکھتا ہے

دوسری آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ — اللہ یقیناً صبر والوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور آیت میں ان ایمان والوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے جو تکلیف

اورمشقت کی حالت میں اور حق کے لیے جنگ میں ثابت قدم رہیں اور قربانی سے نہ بھاگیں :

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (بقرہ ع ۲۲)	اور جو لوگ سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں وہی ہیں جو سچے ہیں اور متقی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبر کی توفیق سے بہتر کوئی نعمت نہیں"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "صبر آدھا ایمان ہے[1]" اور اس کے برخلاف بے صبری اور بزدلی اسلام کی نگاہ میں بدترین عیب ہیں، جس سے حضورؐ اپنی دعاؤں میں بکثرت پناہ مانگتے تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی صبر و ہمت عطا فرمائے اور بے صبری اور بے ہمتی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اخلاص اور تصحیح نیت

اخلاص تمام اسلامی اخلاق کی، بلکہ کہنا چاہیے کہ پورے اسلام کی روح اور جان ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو کام بھی کریں وہ

---

[1] جمع الفوائد میں اسکو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا گیا ہے ۱۲۰ (مرتب)

محض اللہ کے واسطے اور اس کی رضا کی نیت سے کریں اور اس کے سوا ہماری کوئی اور غرض نہ ہو، اسلام کی جڑ توحید ہے اور توحید کی تکمیل اخلاص ہی سے ہوتی ہے یعنی کامل توحید یہی ہے کہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہو اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا ثواب ہی ہمارا مطمح نظر ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جس نے اللہ کے لیے محبّت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے منع کیا، اُس نے اپنا ایمان کامل کرلیا" مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے تعلقات اور معاملات کو اپنی ذاتی خواہش اور دوسری اغراض کے بجائے صرف رضا الٰہی کے ماتحت کر دیا وہی اللہ کے نزدیک کامل مومن ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور ثواب کا معاملہ خلوص اور دل کی نیّت کے مطابق ہوگا، ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا، "لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو اخلاص سے ہو" آخر میں ایک حدیث اور ذکر کی جاتی ہے جس کو سُن کر ہم سب کو لرز جانا چاہیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جب اِس حدیث کو سناتے تھے تو کبھی کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ وہ

حدیث یہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قیامت میں سب سے پہلے قرآن کے بعض عالم اور بعض شہید اور بعض مالدار پیش کیے جائینگے اور ان لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی میں ہمارے لیے کیا کیا؟ عالم قرآن کہے گا کہ میں عمر بھر تیری کتاب کو پڑھتا پڑھاتا رہا، اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ سب تیرے واسطے کیا، ارشاد ہوگا تو جھوٹا ہے، تو نے یہ سب کچھ اپنی شہرت کے لیے کیا تھا جو دنیا میں تجھے حاصل ہو چکی، پھر مالدار سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تجھ کو مال دیا تھا تو نے اس میں ہمارے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ نیکی کے سب کاموں میں، اور بھلائی کی سب راہوں میں تیری رضا کے لیے صرف کیا، ارشاد ہوگا تو جھوٹا ہے، تو نے دنیا میں یہ فیاضی صرف اس لیے کی تھی کہ تیری سخاوت اور فیاضی کے چرچے ہوں اور لوگ تعریفیں کریں، سو دنیا میں یہ سب کچھ تجھے حاصل ہو چکا۔ پھر اسی طرح شہید سے پوچھا جائے گا، وہ کہے گا کہ تیری دی ہوئی سب سے عزیز چیز جان تھی، میں اس کو بھی تیرے لیے قربان کر آیا، ارشاد ہوگا تو جھوٹا ہے، تو نے تو جنگ میں صرف اسلیے حصہ لیا تھا کہ تیری بہادری کی شہرت ہو اور تیرا نام ہو، سو وہ شہرت اور ناموری تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی، پھر ان تینوں کے لیے حکم ہوگا کہ ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دیا جائے چنانچہ یہ دوزخ

میں جھونک دیئے جائیں گے۔" بھائیو! ہمیں چاہیئے کہ اپنے اعمال کو اس حدیث کی روشنی میں دیکھیں اور اپنے دلوں اور اپنی نیتوں میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اے اللہ! ہم سب کو اخلاص نصیب فرما اور ہمارے ارادوں اور ہماری نیتوں کو محض اپنے فضل وکرم سے درست فرمادے اور ہم کو اپنے مخلص بندوں میں سے کردے۔ آمین۔

دسواں باب

ہر چیز سے زیادہ اللہ و رسولؐ کی اور دین کی محبّت

بھائیو! اسلام جس طرح ہم کو اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے اور نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور ایمانداری اور پرہیزگاری اور خوش اخلاقی اور نیک اطواری اختیار کرنے کی ہدایت اور تاکید کرتا ہے اسی طرح اسکی ایک خاص ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ یہاں تک کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچّوں اور جان و مال اور عزّت و آبرو سے بھی زیادہ، خدا اور اس کے رسولؐ سے اور اس کے مقدّس دین سے محبّت کریں۔ یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ و رسولؐ کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے ہمیں جان و مال اور عزّت و آبرو کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی اللہ و رسولؐ کو اور دین کو نہ چھوڑیں اور جان و مال یا عزّت و آبرو پر جو کچھ گزرے، گزر جانے دیں۔ قرآن و حدیث میں جابجا فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کریں اور اُن کو اللہ و رسولؐ کے ساتھ اور ان کے دین کے ساتھ ایسی محبّت اور اس درجے کا تعلّق نہ ہو وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے سخت سزا اور عذاب کے مستحق ہیں۔

سورۂ توبہ میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(سورۂ توبہ ع ۳)

(اے رسولؐ) تم ان لوگوں کو جتلا دو کہ اگر تمہارے ماں باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی برادر، تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ قبیلہ اور تمہارا مال و دولت جسے تم نے کمایا ہے اور تمہاری تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں (سو اگر یہ چیزیں) تم کو زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کے دین کے لیے کوشش کرنے سے تو اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو (اور یاد رکھو) کہ اللہ نہیں ہدایت دیتا ہے نافرمانوں کو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ و رسولؐ کے اور انکے دین کے مقابلہ میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں یا مال و جائداد سے زیادہ محبت رکھتے ہوں اور جن کو اللہ و رسول کی رضامندی اور دین کی خدمت و ترقی سے زیادہ فکر ان چیزوں کی ہو وہ اللہ کے سخت نافرمان ہیں اور اسکے غضب کے مستحق ہیں۔ ایک مشہور اور صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کی مٹھاس اور دین کا ذائقہ اسی شخص کو نصیب ہوگا جسمیں

تین باتیں جمع ہوں، اوّل یہ کہ اللہ و رسولؐ کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی محبت کرے صرف اللہ کیلیے کرے (گویا ذاتی اور حقیقی محبت صرف اللہ ہی سے ہو) اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنا اور دین کو چھوڑنا اس کو ایسا ناگوار اور گراں ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا۔" تو معلوم ہُوا کہ اللہ و رسولؐ کے نزدیک اصلی اور سچّے مسلمان وہی ہیں جن کو اللہ و رسولؐ کی اور دینِ اسلام کی محبت دنیا کے تمام آدمیوں اور تمام چیزوں سے زیادہ ہو یہاں تک کہ اگر وہ کسی آدمی سے بھی محبت کریں تو اللہ ہی کے لیے کریں اور دین سے ان کو ایسی الفت ہو کہ اس کو چھوڑ کر کفر کا طریقہ اختیار کرنا ان کے لیے اتنا شاق اور ایسا تکلیف دہ ہو جیسا کہ آگ کے الاؤ میں ڈالا جانا۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک پورا مؤمن اور اصلی مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ سے اور اپنی اولاد سے اور دنیا کے سارے آدمیوں سے زیادہ نہ ہو۔" بھائیو! ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسولؐ کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات اور خواہشات کو ان کے تعلق پر اور ان کے دین کی راہ میں قربان کر سکے جس طرح کہ صحابہؓ کرام نے کر دکھایا اور آج بھی اللہ کے سچّے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اُنھیں کے ساتھ اور اُنھیں میں سے کر دے

گیارھواں باب

اللہ کے سچے دین کی خدمت و دعوت

بھائیو! جس طرح ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ و رسولؐ پر ایمان لائیں اور انکے بتلاتے ہوئے نیکی اور پرہیزگاری کے اس سیدھے اور روشن راستے پر چلیں جس کا نام "اسلام" ہے، اسی طرح ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ کے جو بندے اُس راستے سے بے خبر ہیں یا اپنی طبیعت کی بُرائی کی وجہ سے اس پر نہیں چل رہے ہیں ان کو بھی اس سے واقف کرنے کی اور اس پر چلانے کی کوشش کریں یعنی جس طرح اللہ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اسکے اچھے فرمانبردار عبادت گزار اور پرہیزگار بندے بنیں، اسی طرح اس نے یہ بھی فرض کیا ہے کہ اس مقصد کے لیے ہم اس کے دوسرے بندوں میں بھی کوشش کریں، اسی کا نام دین کی خدمت اور دین کی دعوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس نے ہزاروں پیغمبر اس دنیا میں اسی مقصد کے لیے بھیجے اور ان پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھا کے اور دکھ سہہ کے دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام انجام دیا۔ اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے کوششیں کیں (اللہ تعالیٰ نے ان پر

اور ان کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے) پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ، اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کے ذریعہ اپنے اس خاص فیصلے کا اعلان بھی کرا دیا کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے آئندہ اب کوئی نیا پیغمبر نہیں بھیجا جائے گا بلکہ اب قیامت تک یہ کام انھیں لوگوں کو کرنا ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ حق کو مان چکے ہیں اور ان کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔ الغرض نبوّت و رسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لیے اب حضورؐ کی امّت کے سپرد کر دی گئی ہے اور دراصل اس امّت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے بلکہ قرآن شریف میں اسی کام اور اسی خدمت و دعوت کو اس امّت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے۔ گویا کہ یہ امّت پیدا ہی اس کام کے لیے کی گئی ہے ، ارشاد ہے :

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران۔ ع۔۱۲)	(اے امتِ محمدؐ) تم ہو وہ بہترین جماعت جو اس دنیا میں لائی گئی ہے انسانوں کی اصلاح کے لیے، تم کہتے ہو نیکی کو اور روکتے ہو برائی سے اور سچا ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ امتِ محمدیہ دنیا کی دوسری امتوں

اور جماعتوں میں اسی لحاظ سے ممتاز اور افضل تھی کہ خود ایمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دوسروں کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور برائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اس کی خاص خدمت اور خاص ڈیوٹی تھی اور اسی لیے اس کو "خَیْرَ اُمَّۃٍ" قرار دیا گیا تھا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امّت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا یہ فرض ادا نہ کرے تو وہ اس فضیلت کی مستحق نہیں بلکہ سخت مجرم اور قصور وار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کی ذمّہ داری اس کے سپرد کی اور اس نے اس کو پورا نہ کیا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ سپاہیوں کے دستہ کو شہر میں اس کام پر متقرّر کرے کہ وہ برائیوں اور بدمعاشیوں کو روکیں لیکن وہ سپاہی اِس خدمت کو انجام نہ دیں بلکہ خود بھی وہ سب جرائم اور بدمعاشیاں کرنے لگیں جن کی روک تھام کے لیے بادشاہ نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی تو ظاہر ہے کہ یہ مجرم سپاہی انعام یا نوکری پانے کے مستحق تو کیا ہوتے سخت سزا کے قابل ہوں گے بلکہ اگر ان کو دوسرے مجرموں بدمعاشوں سے زیادہ سزا دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ افسوس! اس وقت اسلامی امّت کا حال یہی ہے کہ دین کی خدمت و دعوت اور دنیا کی اصلاح و ہدایت کا کیا ذکر، خود ان میں دس پانچ فیصدی سے زیادہ ایسے نہیں رہے ہیں جو صحیح معنوں میں مومن و مسلم ہوں، نیکیاں کرتے ہوں اور برائیوں

سے سمجھتے ہوں۔ ایسی حالت میں ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ دین کی دعوت اور اصلاح و ہدایت کا کام پہلے اس امت میں کے ان طبقوں میں کیا جائے جو دین و ایمان اور نیکی و پرہیزگاری کے راستے سے دور ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں خواہ ان کی عملی حالت کیسی ہی ہو وہ بہرحال ایمان و اسلام کا اقرار کر کے خدا و رسولؐ اور ان کے دین کے ساتھ ایک قسم کا رشتہ اور ایک طرح کی خصوصیت پیدا کر چکے ہیں اور اسلامی سوسائٹی اور برادری کے ایک فرد بن چکے ہیں۔ اس واسطے ہمارے لیے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر بہرحال مقدم ہے، جس طرح کہ قدرتی طور سے ہر شخص پر اس کی اولاد اور اس کے قریبی رشتہ داروں کی خبرگیری اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ ہوتی ہے اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے عام لوگ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے اسلام کی خوبی اور بہتری کو کبھی نہیں سمجھ سکتے بلکہ اُلٹے اس سے متنفّر اور بیزار ہوتے ہیں ہمیشہ سے عام لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے اور اب بھی یہی طریقہ ہے کہ کسی دین کے ماننے والوں کی حالت اور ان کے اعمال و اخلاق دیکھ کر ہی اس دین کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کی جاتی ہے۔ جس زمانہ تک عام طور سے سچے مسلمان ہوتے تھے اور پوری طرح اسلام کے احکام پر چلتے تھے۔ دنیا کے لوگ صرف ان

کو دیکھ دیکھ کے اسلام کے گرویدہ ہوتے تھے اور علاقے کے علاقے اور قومیں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی تھیں لیکن جب سے مسلمانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہوگئی جو اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں مگر اُن کے اعمال اور اخلاق اسلامی نہیں ہیں اور ان کے دل، ایمان اور تقوے کے نور سے خالی ہیں۔ اس وقت سے دنیا اسلام ہی سے بدظن ہوگئی ہے۔ بہرحال ہمیں اس حقیقت سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان امت کا طرزِ زندگی اور مسلمان قوم کی عملی حالت ہی اسلام کے حق میں سب سے بڑی شہادت اور گواہی ہے، وہ اگر اچھی ہوگی تو دنیا اسلام کے متعلق اچھی رائے قائم کرے گی اور خود بخود اس کی طرف آئے گی اور اگر وہ بُری ہوگی تو پھر عام دنیا اسلام ہی کو بُرا جانے گی اور پھر ان کو اسلام کی دعوت اگر دی بھی جائے گی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پس دوسروں میں اسلام کی دعوت کا کام بھی اسی پر موقوف ہے کہ مسلمان اُمت میں اسلامی زندگی یعنی ایمان اور عمل صالح عام ہو بہرحال اس لحاظ سے بھی یہی ضروری ہے کہ پہلے مسلمانوں ہی کی اصلاح و ہدایت کی فکر کی جائے اور ان میں دینی زندگی کو عام کرنے کے لیے پوری قوت سے جدّوجہد کی جائے۔

قرآن شریف میں اِس کام کو (یعنی دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی کوشش کو) "جہاد" بھی کہا گیا ہے بلکہ

"جہادِ کبیر" یعنی بڑا جہاد بتلایا گیا ہے[1] اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر یہ کام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضامندی کے لیے کیا جائے تو یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اس جنگ کا نام ہے جو دینی اصول و احکام کے مطابق اللہ کے راستہ میں لڑی جائے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی دعوت اور بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت کے لیے جس وقت جو کوشش کی جا سکتی ہو وہی اس وقت کا خاص جہاد ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نبوّت کے بعد قریباً بارہ برس مکّہ معظمہ میں رہے، اِس پوری مدت میں آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا کہ مخالفتوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود خود دین پر مضبوطی سے جمے رہے اور دوسروں کی اصلاح و ہدایت کی کوششیں کرتے رہے اور بندگانِ خدا کو خفیہ و علانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔ الغرض اللہ سے غافل اور راستہ سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانے کی اور صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کرنا اور اس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا اور وقت اور چین و آرام قربان کرنا یہ سب اللہ کے نزدیک "جہاد" ہی میں شامل ہے بلکہ اس وقت کا "خاص جہاد" یہی ہے۔ اِس کام کے کرنے والوں کو

---

[1] سورۂ فرقان کی آیت وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا کے متعلق مفسرین کی عام رائے یہی ہے کہ اس سے تبلیغ و دعوت مراد ہے ۱۲

آخرت میں جو اجر و ثواب ملنے والا ہے اور نہ کہنے والوں کے لیے اللہ کی لعنت و غضب کے جو خطرے ہیں ان کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص لوگوں کو صحیح راستہ کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بلائے تو جو لوگ اس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے اور ان نیکیوں کا جتنا ثواب ان کرنے والوں کو ملے گا اتنا ہی ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جس نے ان کو نیکی کی دعوت دی اور اس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی"۔ اس حدیثؐ سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض آپ کی دعوت اور کوشش کے دس بیس آدمیوں کی بھی اصلاح ہو گئی اور وہ خدا اور رسولؐ کو پہچاننے لگیں اور دینی احکام پر چلنے لگے، نمازیں پڑھنے لگے اور اسی طرح دوسرے فرائض ادا کرنے لگے اور گناہوں اور بری باتوں سے بچنے لگے تو ان چیزوں کا جتنا ثواب ان سب کو ملے گا اس سب کے مجموعہ کی برابر تنہا آپ کو ملے گا اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس قدر اجر و ثواب کمانے کا کوئی دوسرا راستہ ہے نہیں کہ ایک آدمی کو سینکڑوں آدمیوں کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب مل جائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے علیؓ! قسم اللہ کی اگر تمھارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے تو تمھارے حق میں یہ اس سے بہتر ہے کہ

بہت سے سُرخ اونٹ تمھیں مل جائیں (واضح رہے کہ اہلِ عرب سرخ اونٹوں کو بہت بڑی دولت سمجھتے تھے) درحقیقت اللہ کے بندوں کی اصلاح وہدایت اوران کو نیکی کے راستہ پر لگانے کی کوشش، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اونچے درجے کی خدمت اورنیکی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اورنیابت ہے پھر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اس کے مقابلے میں کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اورحدیث میں لوگوں کی اصلاح وہدایت کے کام کی اہمیّت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعہ بھی سمجھایا ہے، آپؐ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ "فرض کرو ایک کشتی ہے جس میں نیچے اوپر دو درجے ہیں اور نیچے کے درجہ والے مسافروں کو پانی اوپر کے درجہ سے لانا پڑتا ہے جس سے اوپر والے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ان پر ناراض ہوتے ہیں تو اگر نیچے والے مسافر اپنی غلطی اور بیوقوفی سے نیچے ہی سے پانی حاصل کرنے کے لیے کشتی کے نچلے حصّہ میں سوراخ کرنے لگیں اور اوپر کے درجہ والے ان کو اس غلطی سے روکنے کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سب ہی کو لے کر ڈوب جائے گی اور اگر اوپر والے مسافروں نے سمجھا بجھا کر نیچے کے درجہ والوں کو اس حرکت سے روک دیا تو وہ ان کو بھی بچا لیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے۔" حضورؐ نے فرمایا "بالکل اسی طرح گناہوں اور برائیوں کا بھی حال ہے اگر کسی جگہ کے لوگ جہالت کی باتوں اور گناہوں

میں مبتلا ہوں اور وہاں کے نیک اور سمجھدار قسم کے لوگ ان کی اصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ان گنہگاروں اور مجرموں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگا اور پھر سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور اگر ان کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کر لی گئی تو پھر سب ہی عذاب سے بچ جائیں گے"۔ ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بڑی تاکید کے ساتھ اور قسم کھا کے فرمایا" اس اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں اور نیکیوں کو لوگوں سے کہتے رہو اور برائیوں سے ان کو روکتے رہو، یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تم پر کوئی سخت قسم کا عذاب مسلط کر دے اور پھر تم اس سے دعائیں کرو اور تمھاری دعائیں بھی اس وقت نہ سُنی جائیں"۔ بھائیو! اس زمانہ کے بعض خدا رسیدہ اور روشن دل بزرگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصہ سے جو مصیبتیں اور ذلّتیں آرہی ہیں اور جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں جو ہزاروں دعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باوجود نہیں ٹل رہی ہیں اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہم دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کو چھوڑے ہوئے ہیں جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے تھے اور ختمِ نبوت کے بعد جس کے ہم پورے پورے ذمہ دار بنائے گئے تھے اور دنیا کا بھی ایسا ہی قانون ہے کہ جو سپاہی اپنی خاص ڈیوٹی ادا نہ کرے اس کو

معطل کر دیا جاتا ہے اور بادشاہ جو سزا اس کے لیے مناسب سمجھتا ہے، دیتا ہے۔ آؤ! آئندہ کے لیے اس فرض اور اس ڈیوٹی کو انجام دینے کا ہم سب عہد کریں، اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہو، اس کا وعدہ ہے۔

"وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهٗ"

"(اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں گے)"

بارھواں باب

دین پر استقامت

ایمان لانے کے بعد بندے پر اللہ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بندہ پوری مضبوطی اور ہمت کے ساتھ دین پر قائم رہے اور خواہ زمانہ اس کے لیے کیسا ہی ناموافق ہو جائے، وہ کسی حال میں دین کا سرا ہاتھ سے چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو، اسی کا نام "استقامت" ہے۔ قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے لیے بڑے انعامات اور بڑے درجوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ.

جن لوگوں نے اقرار کر لیا (اور دل سے قبول کر لیا) کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کے مسلم بندے ہیں) پھر وہ اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہے (یعنی اس اقرار کا حق ادا کرتے رہے، اور کبھی اس سے دبے) ان پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لے کر اتریں گے کہ کچھ اندیشہ نہ کرو اور کسی بات کا رنج و غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش رہو۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمھارے رفیق

(حٰمٓ السجدۃ ع ۴) ہیں دنیوی زندگی میں، اور آخرت میں اور تمھارے لیے

اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمھارا جی چاہے گا اور تمھیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے۔ یہ

با عزت مہمانی ہوگی تمھارے رب غفور الرحیم کی طرف سے۔

سبحان اللہ! دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والوں اور بندگی کا حق ادا کرنے والوں کے لیے اس آیت میں کتنی بڑی بشارت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر جان مال سب کچھ قربان کرکے بھی کسی کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی ایسی کافی وافی نصیحت فرمایئے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا "کہو بس اللہ میرا رب ہے اور پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔ (اور اس کے مطابق بندگی کی زندگی گزارتے رہو") قرآن شریف میں ہماری ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایسے وفادار بندوں کے بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں جو بڑے سخت ناموافق حالات میں بھی دین پر قائم رہے اور بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت تکلیفوں کا ڈر بھی ان کو دین سے نہیں ہٹا سکا، ان میں ایک واقعہ تو ان جادوگروں کا ہے جنھیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کیلیے بلایا تھا اور بڑے انعام واکرام کا ان سے وعدہ کیا تھا، لیکن خاص مقابلے کے

وقت جب موسیٰ علیہ السّلام کے دین کی اور ان کی دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ انھوں نے اس کی پروا کی کہ فرعون نے جس انعام واکرام کا اور جن بڑے بڑے عہدوں کا وعدہ ہم سے کیا ہے ان سے ہم محروم رہ جائیں گے اور نہ اس کی پروا کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا بہرحال انھوں نے سب خطروں سے بے پروا ہو کر بھرے مجمع میں پکار کے کہہ دیا کہ "اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى" (یعنی ہارون اور موسیٰ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے) پھر جب خدا کے دشمن فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمھارے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پر لٹکوا دوں گا تو انھوں نے پوری ایمانی جرأت سے جواب دیا۔

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا ۔ (سورہ طٰہٰ ع ۳)

تجھے جو حکم دینا ہو دے ڈال تو اپنا حکم بس اس چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں تو چلا سکتا ہے اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اس لیے لائے ہیں کہ وہ (آخرت کی ابدی زندگی میں) ہمارے گناہ بخش دے

اور اس سے بھی زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی کا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا اکیلا مالک و مختار تھا اور اس کی یہ بیوی ملک مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ خود فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی، بس اس سے اندازہ کیجیے کہ اس کو دنیا کی کتنی عزت اور کیسا عیش حاصل ہوگا لیکن جب موسیٰ کے دین اور ان کی دعوت کی سچائی اللہ کی اس بندی پر کھل گئی تو اس نے بالکل

اس کی پروانہ کی کہ فرعون مجھ پر کیسے کیسے ظلم کرے گا اور دنیا کے اس شاہانہ عیش کے بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی۔ الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پروا ہو کر اس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور پھر حق کے راستہ میں اللہ کی اس بندی نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ درجہ ملا ہے کہ قرآن شریف میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا اور مسلمانوں کے لیے ان کے صبر اور ان کی قربانی کو نمونہ تبلایا گیا ہے، ارشاد ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۂ تحریم۔ع۔۲)	اور ایمان والوں کیلیے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے، فرعون کی بیوی (آسیہ) کی، جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو میرے واسطے جنت میں اپنے قرب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخش دے۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ اور کیا شان ہے کہ ساری امت کے لیے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر قیامت تک کے سب مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کی استقامت کو مثال اور نمونہ قرار دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مشرکوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور ان کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ! اب ان ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں، لہذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تو حضورؐ نے جواب دیا کہ تم ابھی سے گھبرا گئے تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں ان کے سروں میں پیوست کر کے نکال دی جاتی تھیں اور کسی کے سر پر آرا چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے لیکن ایسے سخت وحشیانہ ظلم بھی ان کو اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں کو بھی اپنے ان سچے بندوں کی ہمت اور استقامت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائے اور اگر ایسا کوئی وقت مقدر ہو تو اپنے ان وفادار بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تیرھواں باب

دین کی کوشش اور نصرت و حمایت

ایمان والوں سے اللہ کا خاص مطالبہ اور بڑا تاکیدی حکم ایک یہ بھی ہے کہ جس سچے دین کو اور اللہ کی بندگی والے جس اچھے طریقے کو انھوں نے سچا اور اچھا سمجھ کر اختیار کیا ہے وہ اس کو زندہ اور سرسبز رکھنے کے لیے اور اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے لیے جو کوشش کر سکتے ہوں ضرور کریں۔ دین کی خاص زبان میں اس کا نام جہاد ہے اور مختلف قسم کے حالات میں اس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں، مثلاً اگر کسی وقت حالات ایسے ہوں کہ خود اپنا اور اپنے گھر والوں کا، اور اپنی قوم اور جماعت کا دین پر قائم رہنا مشکل ہو اور اس کی وجہ سے خدانخواستہ مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہوں تو ایسے حالات میں خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں اور اپنی قوم والوں کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرنا، اور مضبوطی سے دین پر جمے رہنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت مسلمان کہلانے والی قوم جہالت اور غفلت کی وجہ سے اپنے دین سے دُور ہوتی جا رہی ہو تو اس کی اصلاح اور دینی تربیت کی کوشش کرنا اور اس میں اپنے جان و مال کا کھپانا بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح اللہ کے جو بندے اللہ کے سچے دین سے اور اس کے نازل کیے ہوئے احکام سے بے خبر ہیں، ان

کو معقولیت اور سچی ہمدردی کے ساتھ دین کا پیغام پہنچانے اور اللہ کے احکام سے واقف کرنے میں دوڑ دھوپ کرنا بھی جہاد کی ایک صورت ہے، اور اگر ایسا وقت ہو کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والی جماعت کے ہاتھ میں اجتماعی قوت اور طاقت ہو اور اللہ کے دین کی حفاظت اور نصرت کے مقصد کا تقاضا یہی ہو کہ اس کے لیے اجتماعی طاقت استعمال کی جائے تو اُس وقت اللہ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کے مطابق دین کی حفاظت اور نصرت کے لیے طاقت کا استعمال کرنا جہاد ہے لیکن اس کے جہاد اور عبادت ہونے کی دو خاص شرطیں ہیں، ایک یہ کہ ان کا یہ اقدام کسی ذاتی یا قومی مفاد کی غرض سے یا ذاتی یا قومی تعصب و دشمنی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اصل مقصد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کے دین کی خدمت ہو، دوسرے یہ کہ اس کے قوانین کی پوری پابندی ہو ان دو شرطوں کے بغیر اگر طاقت کا استعمال ہوگا تو دین کی نظر میں وہ جہاد نہیں فساد ہوگا۔ اسی طرح ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے (چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے) حق بات کہنا بھی جہاد کی ایک خاص قسم ہے، جس کو حدیث شریف میں "افضل الجہاد" فرمایا گیا ہے۔ دین کی کوشش اور حمایت و حفاظت کی یہ سب صورتیں (جن کا ابھی ذکر ہوا) اپنے اپنے موقع پر یہ سب اسلام کے فرائض میں سے ہیں اور جہاد کا لفظ (جیسا کہ اوپر ہم نے تبلایا) درجہ بدرجہ ان سب کو شامل ہے اب اس کی تاکید اور فضیلت

کے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں اور سن لیجیے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ (سورۃ الحج ع ۱۰)

اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اس نے (اپنے دین کیلیے) تم کو منتخب کیا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ صف ع ۲)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت اور ایسے سودے کا پتہ دے دوں جو دردناک عذاب سے تم کو نجات دلا دے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر تم ایمان کو استوار کرو اور اس کی راہ میں (یعنی اسکے دین کیلیے) اپنے مال اور اپنی جان سے کوشش کرو۔ یہ نہایت اچھا سودا ہے تمہارے لیے اگر تمہیں سمجھ بوجھ ہو (اگر تم نے اللہ و رسول پر ایمان اور اس کی راہ میں جان و مال سے کوشش کی، یہ شرط پوری کر دی، تو) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو (دارِ آخرت کے) ان باغوں میں داخل کر دیگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور غیر فانی جنت کے عمدہ مکانوں میں تم کو بسائے گا، یہ تمہاری بڑی کامیابی اور بامرادی ہے۔

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا: "اللہ پر سچا ایمان لانا اور دین کی کوشش کرنا

سب اعمال میں افضل ہے" ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس بندے کے پاؤں پر راہِ خدا میں چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑا، یہ نہیں ہو سکتا کہ دوزخ کی آگ پھر اس کو چھو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم میں سے کسی شخص کا خدا کی راہ میں (یعنی اللہ کے دین کی جدّ و جہد اور اس کی نصرت و حمایت میں) کھڑا ہونا اور کچھ حصّہ لینا اپنے گھر کے گوشہ میں رہ کر ستّر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم بھی دین کی کوشش اور نصرت و حمایت کا یہ اجر و ثواب حاصل کریں۔ آمین

چودھواں باب

شہادت کی فضیلت اور شہیدوں کا مرتبہ

دینِ حق پر یعنی اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے اگر اللہ کے کسی بندہ پابندی کو مار ڈالا جائے یا دین کی کوشش اور حمایت میں کسی خوش نصیب کی جان چلی جائے تو دین کی خاص زبان میں اس کو شہید کہتے ہیں اور اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا بہت درجہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھو بلکہ شہید ہو جانے کے بعد اللہ کی طرف سے ان کو خاص زندگی ملتی ہے اور ان پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ	جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے دین کے راستہ میں) مارے جائیں اور ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں
(سورۂ آل عمران ع۔ ۱۷)	

شہیدوں پر اللہ تعالیٰ کا کیسا پیار ہوگا اور ان کو کیسے کیسے انعامات ملیں گے اس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے، حضورؐ نے فرمایا: " جنتیوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ چاہے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس بھیجا جائے۔ اگرچہ ان سے کہا جائے کہ تم کو ساری دنیا دے

دی جائے گی لیکن شہید اس کی آرزو کریں گے کہ ایک دفعہ نہیں، ان کو دس دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے "تاکہ ہر دفعہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کے آئیں۔ انھیں یہ آرزو شہادت کے مراتب اور اس کے خاص انعامات دیکھ کر ہو گی"۔

شہادت کی تمنا اور اس کے شوق میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں"۔

ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھ انعام ملتے ہیں، ایک یہ کہ وہ فوراً ہی بخش دیا جاتا ہے اور اس کو جنت میں ملنے والا اس کا مکان و مقام دکھا دیا جاتا ہے دوسرے یہ کہ قبر کے عذاب سے اس کو بچا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ حشر کے دن کی اس سخت گھبراہٹ اور پریشانی سے اس کو امن دی جائے گی جس سے وہاں سب بے حواس ہوں گے (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہ) چوتھے یہ کہ قیامت میں اس کے سر پہ عزت و وقار کا ایک ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں ایک یاقوت تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔ پانچویں یہ کہ جنت کی حوروں میں سے ۷۲ اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ چھٹے یہ کہ اس کے

قرابت داروں میں سے ستر کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ ایک حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا، "شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں البتہ اگر کسی آدمی کا قرض اس کے ذمہ ہوگا تو اس کا بوجھ باقی رہیگا۔"
اور یاد رہے کہ ثواب اور فضیلت اسی پر موقوف نہیں ہے کہ دین کے راستہ میں آدمی مار ہی ڈالا جائے بلکہ اگر دین کی وجہ سے کسی ایمان والے کو ستایا گیا، بے عزت کیا گیا، مارا پیٹا گیا یا اس کا مال لوٹا گیا یا کسی اور طرح کا اس کو نقصان پہنچایا گیا تو اس سب کا بھی اللہ کے یہاں بہت بڑا ثواب ملے گا اور اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو اتنے بڑے مرتبے دے گا کہ بڑے بڑے عابد و زاہد ان پر رشک کریں گے جس طرح دنیاوی حکومتوں میں ان سپاہیوں کی بڑی عزت ہوتی ہے اور انھیں بڑے بڑے انعامات اور خطابات دیئے جاتے ہیں جو اپنی حکومت کی وفاداری اور حمایت میں چوٹیں کھائیں، مارے پیٹے جائیں، زخمی کیے جائیں اور پھر بھی اس حکومت کے وفادار رہیں، اسی طرح اللہ کے یہاں اُن بندوں کی خاص عزت ہے جو اللہ کے دین پر قائم رہنے کے جرم میں یا دین کی ترقی اور سربزی کے لیے کوشش کرنے کے سلسلہ میں مارے پیٹے جائیں، یا بے عزت کیے جائیں یا دوسری طرح کے نقصانات اٹھائیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جب خاص انعامات بٹیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص اعزاز و اکرام سے انھیں نوازے گا تو دوسرے لوگ حسرت کریں گے، کہ

کاش! دنیا میں ہمارے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہوتا۔ دین کے لیے ہم ذلیل کیے گیے ہوتے، مارے پیٹے گئے ہوتے، ہمارے جسموں کو زخمی کیا گیا ہوتا تاکہ اس وقت یہی انعامات ہم کو بھی ملتے۔

اے اللہ! اگر ہمارے لیے کبھی ایسی آزمائشیں مقدر ہوں تو ہم کو ثابت قدم رکھنا اور اپنی رحمت اور مدد سے محروم نہ فرمانا۔ آمین

پندرھواں باب

مرنے کے بعد

برزخ ، قیامت آخرت

اتنی بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ جو اس دنیا میں پیدا ہُوا اس کو کسی نہ کسی دن مرنا ضرور ہے لیکن اپنے طور سے یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں اور نہ کوئی اس کو معلوم کر سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا ، یہ بات صرف اللہ ہی کو معلوم ہے ، اور اُس کے بتلانے سے پیغمبروں کو معلوم ہوتی ہے اور اُن کے بتلانے سے ہم جیسے عام آدمیوں کو بھی معلوم ہو جاتی ہے ۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم اور اپنی امت کو خوب اچھی طرح بتلایا اور جتلایا تھا کہ مرنے کے بعد کن کن منزلوں سے تم کو گزرنا ہوگا اور دنیا میں کیے ہوئے تمہارے اعمال کی جزا اور سزا ہر منزل میں تمہیں کس طرح ملے گی اور پیغمبر خدا سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد اب کوئی پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں ہے ، اِس لیے آپ نے مرنے کے بعد کی تمام منزلوں کا بیان بہت ہی تفصیل اور تشریح سے فرمایا ہے ، اگر اس سب کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا دفتر تیار ہو سکتا ہے ۔ قرآن شریف میں اور حضور کی حدیثوں میں جو کچھ

اس سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے، اُس کا مختصر خلاصہ یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں، پہلی منزل مرنے کے وقت سے لے کر قیامت آنے تک کی ہے اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد آدمی کا جسم چاہے زمین میں دفن کر دیا جائے، چاہے دریا میں بہا دیا جائے، چاہے جلا کر راکھ کر دیا جائے لیکن اس کی رُوح کسی صورت میں بھی فنا نہیں ہوتی، صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اس دنیا سے منتقل ہو کر ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے، وہاں اللہ کے فرشتے اس کے دین و مذہب کے متعلق اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں وہ اگر سچا ایمان والا ہے تو صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے جس پر فرشتے اس کو خوشخبری سُنا دیتے ہیں کہ تو قیامت تک چین و آرام سے رہ۔ اور اگر وہ مومن نہیں ہوتا بلکہ کافر یا صرف نام کا مسلمان منافق ہوتا ہے تو اُسی وقت سے سخت عذاب اور دُکھ میں مُبتلا کر دیا جاتا ہے، جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے، یہی برزخ کی منزل ہے جس کا زمانہ مرنے کے وقت سے لے کر قیامت تک کا ہے، اس کے بعد دوسری منزل قیامت اور حشر کی ہے۔ قیامت کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے یہ ساری دنیا ایک دم فنا کر دی جائے گی (یعنی جس طرح سخت قسم کے زلزلوں سے علاقے کے علاقے ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح سے اس وقت ساری دنیا درہم برہم ہو جائے گی اور سب چیزوں پر ایک

دم فنا آجائے گی) پھر عرصۂ دراز کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا سب انسانوں کو پھر سے زندہ کرے گا، اس وقت ساری دنیا کے اگلے پچھلے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور ان کی دنیوی زندگیوں کا پورا حساب ہوگا، اس جانچ اور حساب میں اللہ کے جو بندے نجات اور جنّت کے مستحق نکلیں گے ان کے لیے جنّت کا حکم دے دیا جائے گا اور جو ظالم اور مجرم اللہ کے عذاب اور دوزخ کے سزاوار ہوں گے، ان کے لیے دوزخ کا حکم سُنا دیا جائے گا۔ یہ منزل مرنے کے بعد کی دوسری منزل ہے جس کا نام قیامت اور حشر ہے۔ اس کے بعد جنّتی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنّت میں چلے جائیں گے، جہاں صرف آرام اور چین ہوگا اور ایسی لذتیں اور راحتیں ہوں گی جو اس دنیا میں کسی نے دیکھی سُنی نہ ہوں گی اور دوزخی دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے جہاں ان کو بڑے سخت قسم کے عذاب اور دُکھ ہوں گے، اللہ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ دوزخ اور جنّت ہی مرنے کے بعد کی تیسری اور آخری منزل ہے اور پھر لوگ ہمیشہ ہمیشہ اپنے اعمال کے مطابق جنّت یا دوزخ ہی میں رہیں گے۔ مرنے کے بعد کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے اور خاص طور سے آخری پیغمبر سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتلایا ہے اور قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی سُن لیجیے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قف ثُمَّ ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب

اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ۔ (عنکبوت ع-۶) ہماری طرف لوٹو گے ۔

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ (سورۂ آل عمران ع-۱۹)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تمہارے اعمال کے بدلے قیامت کے دن پورے پورے دیئے جائیں گے ۔

قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر قرآن شریف میں سینکڑوں جگہ کیا گیا ہے، چند آیتیں ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں :

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ۝ یَوۡمَ تَرَوۡنَہَا تَذۡہَلُ کُلُّ مُرۡضِعَۃٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَہَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَ مَا ہُمۡ بِسُکٰرٰی وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیۡدٌ (الحج - ع-۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا بھونچال بڑی (خوفناک) چیز ہے جس دن تم اسے دیکھو گے اس دن ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے پیارے بچے کو بھول جائے گی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں اور حقیقت میں وہ نشہ میں نہ ہونگے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (بس اسکی دہشت سے لوگ بے ہوش ہو جائینگے)

اور سورۂ مزمل میں قیامت ہی کے بیان میں فرمایا گیا ہے :

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ۝

جب زمینوں اور پہاڑوں پر لرزہ ہوگا اور پہاڑ بہتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائینگے ۔

اور اسی سورہ میں قیامت ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے:

يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا		وہ دن بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔

اور سورہ عبس میں ارشاد ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ	جب آئے گی کانوں کے پردے پھاڑنے والی وہ آواز
الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ	(یعنی جس وقت قیامت کا صور پھونکا جائیگا) اس
وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ	دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور
امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ	اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے، ان میں سے ہر ایک
يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ	کیلیے اس دن فکر ہو گی جو اس کو دوسروں سے بے
ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ	پروا بنا دیگی (یعنی ہر ایک اپنی فکر میں ایسا ڈوبا
يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا	ہو گا کہ ماں باپ بیوی، اولاد اور بہن بھائی کی
قَتَرَةٌ ۝ (سورۂ عبس)	بالکل پرواہ نہ کریگا، بلکہ ان سے بھاگے گا)

بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے خوشی سے کھلے ہوئے اور

بہت سے منہ اس دن خاک میں اٹے ہونگے اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی

قیامت کے دن سب انسان خدا کے سامنے حاضر ہوں گے، کوئی بھی کہیں چھپ نہیں سکے گا۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ	اس دن تم سب خدا کے سامنے پیش کیے جاؤ گے
خَافِيَةٌ ۝ (سورۃ الحاقہ)	تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔

اور سورۃ کہف میں ارشاد ہے:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا ۚ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝ (الکہف ع ۶)

اس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے (یعنی پہاڑ اپنی جگہ قائم نہ رہیں گے بلکہ وہ گر جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے)، اور تم دیکھو گے زمین کو کھلی ہوئی (یعنی نہ اس میں شہر رہیں گے نہ بستیاں نہ باغات بلکہ ساری زمین ایک کھلا میدان ہو جائیگی) اور پھر ہم سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کرینگے اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ اور وہ سب قطار در قطار اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا، دیکھو!) تم دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے پاس آ گئے جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تھا بلکہ تم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت مقرر نہیں لائینگے اور انکا اعمالنامہ (جس میں ان کے تمام اچھے برے اعمال کی تفصیل ہوگی) سامنے رکھ دیا جائیگا اور تم دیکھو گے مجرموں کو ڈرتا ہوا اس اعمالنامہ سے کہنے لگینگے ہائے! ہماری کمبختی، اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے نہ اس نے ہمارا کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے نہ بڑا عمل سب ہی کو بتلایا ہے اور جو کچھ انھوں نے دنیا میں کیا تھا اس سب کو موجود پائینگے اور ظلم نہیں کریگا تمہارا پروردگار کسی پر

قیامت میں انسان کے ہاتھ پاؤں اور اس کے تمام اعضاء بھی اسکے اعمال کی گواہی دیں گے۔ سورۂ یٰس میں ارشاد ہے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝

آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بولیں گے اور گواہی دینگے اس کی جو وہ کیا کرتے تھے۔

الغرض قیامت میں جو کچھ ہوگا قرآن شریف نے بڑی تفصیل سے اس سب کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی پہلے زلزلوں اور دھماکوں کا ہونا پھر سب دنیا کا فنا ہو جانا حتیٰ کہ پہاڑوں کا بھی ریزہ ریزہ ہو جانا، پھر سب انسانوں کا زندہ کیا جانا، پھر حساب کے لیے میدانِ حشر میں حاضر ہونا اور وہاں ہر ایک کے سامنے اس کے اعمالنامہ کا آنا اور خود انسان کے اعضاء کا اس کے خلاف گواہی دینا اور پھر ثواب یا عذاب یا معافی کا فیصلہ ہونا اور اس کے بعد لوگوں کا جنت یا دوزخ میں جانا یہ سب چیزیں قرآن شریف کی بعض سورتوں میں تو ایسی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ ان کے پڑھنے سے قیامت کا سماں آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہے قیامت کا منظر اس طرح دیکھے کہ گویا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے تو وہ قرآن شریف کی سورتیں: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔

اب ہم برزخ اور قیامت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم میں سے کوئی جب مر جاتا ہے تو اُس کو جو مقام قیامت کے بعد جنّت یا دوزخ میں (اپنے اعمال کے لحاظ سے) ملنے والا ہوتا ہے وہ ہر صبح شام اس پر پیش کیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ جہاں تجھے پہنچنا ہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ میں قبر (یعنی عالم برزخ) کی آزمائش اور وہاں کے احوال کا ذکر فرمایا تو تمام مسلمان جو حاضر تھے، چیخ اُٹھے"۔ بہت سی حدیثوں میں قبر کے احوال اور سوال و جواب اور پھر وہاں کے عذاب کا تفصیل سے بھی ذکر آیا ہے، یہاں ہم اختصار کی وجہ سے صرف انہی دو مختصر حدیثوں کے ذکر پر بس کرتے ہیں۔ اب چند حدیثیں قیامت کے متعلق اور سُن لیجیے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جب اللہ کے حکم سے قیامت کا پہلا صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ بے ہوش اور بے جان ہو کر گر جائیں گے پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے پھر حکم ہوگا کہ تم سب اپنے رب کے سامنے حاضری کے لیے چلو اور پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو ٹھہرا کر کھڑا کرو۔ یہاں ان سے اُن کی زندگی کے متعلق پوچھ ہو

گی۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ" ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ ، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ کیسے زندہ کرے گا اور کیا اس دنیا میں اس کی کوئی نشانی اور مثال ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تم اپنی قوم کی کسی زمین پر ایسی حالت میں گزرے ہو کہ وہ سوکھی، سبزے سے خالی ہو اور پھر دوبارہ ایسی حالت میں اس پر تمہارا گزر ہوا ہو کہ وہ ہری بھری لہلہا رہی ہو؟ (صحابیؓ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دوبارہ زندہ کرنے کی یہی نشانی اور مثال ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا (قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی) پھر آپؐ نے فرمایا تم سمجھتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ کے ہر بندہ پر اور ہر بندی پر گواہی دے گی ان اعمال کی جو انھوں نے زمین پر کیے ہوں گے۔ یعنی اللہ کے حکم سے زمین اس دن بولے گی اور بتلائے گی کہ فلاں بندہ نے یا فلاں بندی نے فلاں دن میرے اوپر یہ عمل کیا تھا۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ" آپؐ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوتے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن بندہ سے فرمائے گا آج تو خود ہی اپنے اوپر گواہ ہے اور میرے لکھنے والے فرشتے بھی موجود ہیں اور بس یہی گواہیاں کافی ہیں، پھر ایسا ہوگا کہ اللہ کے حکم سے بندہ کے منہ پر مہر لگ جائے گی وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے گا اور اس کے دوسرے اعضاء (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ تم بولو، پھر وہ اس کے اعمال کی ساری سرگزشت سنائیں گے"۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو کبھی کبھی شرارتیں کرتے ہیں کبھی مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، کبھی خیانت کرتے ہیں اور میں ان قصوروں پر کبھی ان پر خفا ہوتا ہوں بُرا بھلا کہتا ہوں اور کبھی مار بھی دیتا ہوں تو قیامت میں اس کا انجام کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں ٹھیک ٹھیک انصاف فرمائے گا۔ اگر تمھاری سزا ان کے قصوروں کے بقدر اور بالکل مناسب ہوگی تو نہ تمھیں کچھ ملے گا اور نہ کچھ دینا پڑے گا۔ اور اگر تمھاری سزا اُن کے قصوروں سے کم ہوں گی تو تمھارا فاضل حق تم کو دلوایا جائے گا اور اگر تمھاری سزا ان کے قصوروں سے زیادہ ہوگی تو تم سے اس کا بدلہ تمھارے ان غلاموں کو دلوایا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ سُن کر وہ پوچھنے والا شخص رونے اور چیخنے لگا اور اس نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! پھر تو میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں ان کو الگ کر دوں، میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے

ان سب کو آزاد کر دیا"۔ اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قرآن شریف کی یہ آیت بھی سنائی : وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء ٤٧)

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ہم قیامت کے دن انصاف کی میزان لگائیں گے اور کسی کے ساتھ وہاں کوئی نا انصافی نہ ہو گی اور اگر کسی کا کوئی عمل یا حق رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ مرنے کے بعد اور قیامت کے متعلق قرآن پاک نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں ہم کو بتلائی ہیں ہم ان سے غافل نہ ہوں

اسلامی
بہشتی زیور

سولھواں باب

جنّت اور دوزخ

پچھلے سبق میں بتلایا جا چکا ہے کہ قیامت کا دن فیصلے کا دن ہوگا پھر جو مؤمن ہوں گے اور دنیا میں جن کے اعمال بھی بہت اچھے رہے ہوں گے اور کسی سزا اور عذاب کے مستحق نہ ہوں گے وہ تو قیامت کے عرصہ میں بھی عرش الٰہی کے سایہ میں۔ اور بہت آرام سے رہیں گے اور بہت جلدی جنّت میں بھیج دیئے جائیں گے اور جو ایسے ہوں گے کہ کچھ سزا پا کر بخشے جائیں وہ قیامت اور حشر کے دن کی کچھ تکلیفیں اٹھا کر یا زیادہ سے زیادہ کچھ مدّت تک دوزخ میں اپنے گناہوں کی سزا پا کر بخش دیئے جائیں گے۔ بہر حال جن میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ آخر کار کبھی نہ کبھی جنّت میں پہنچ ہی جائیں گے اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صرف وہی رہ جائیں گے جو دنیا سے کفر و شرک کی حالت میں گئے ہوں گے — الغرض جنّت ایمان اور نیک عملی اور اللہ کی وفاداری کا بدلہ ہے اور دوزخ، کفر و شرک اور اللہ سے غدّاری اور اسکی نافرمانی کی سزا ہے۔ جنّت کی نعمتوں، راحتوں اور دوزخ کے دکھوں، عذابوں کا بیان قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ چند آیتیں اور حدیثیں ہم یہاں بھی ذکر کرتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے :

لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ	پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے ہاں وہ جنتیں
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا	(یعنی ایسے باغات) ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں
وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ	وہ ان میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ	ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب
(سورۃ آل عمران ع ۲)	بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اس
	سے چھپا نہیں ہے)

اور سورہ یٰسٓ میں ارشاد ہے :

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ	اہل جنت اس دن مشغلوں میں خوش ہوں گے وہ
شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۚ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ	اور ان کی بیویاں سایہ میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے
فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۚ	ہوں گے۔ ان کے لیے وہاں طرح طرح کے میوے
لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا	ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا، رحمت
یَدَّعُوْنَ ۚ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ	کرم والے پروردگار کی طرف سے ان کو سلام فرمایا
الرَّحِیْمِ ۚ (سورۂ یٰسٓ ع ۴)	جائے گا۔

اور سورہ زخرف میں ارشاد ہے :

وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَ	اور جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو لوگوں کے
تَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا	جی چاہتے ہیں اور آنکھیں جس سے مزہ لیتی ہیں

خٰلِدُوْنَ ۝ اور (اے میرے نیک بندو) تم ہمیشہ اسی جنت میں رہوگے۔
(سورۂ زخرف ع-۷)

اور سورۂ محمد میں جنّت کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۵ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط
(سورۂ محمد ع-۲)

وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ہیں پانی کی جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کے لیے اور بہت سی نہریں ہیں صاف کیے ہوئے شہد کی اور ان کے واسطے اس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے پروردگار کی۔

اور سورۂ حجر میں جنّت کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے:

لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ
(سورۂ حجر ۱)

اہلِ جنت کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور رنج نہیں چھو سکے گی۔

یعنی جنّت میں صرف آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہوگا، کسی قسم کی کوئی تکلیف اور رنج کی کوئی بات وہاں نہ ہوگی۔

یہ تو جنّت اور جنتیوں کا مختصر حال ہُوا۔ اب دوزخ اور دوزخیوں کا بھی کچھ حال قرآن مجید ہی کی زبان سے سُن لیجیے۔ سورۂ مومنون میں ارشاد ہے

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝

(سورۃ المومنون ع۔ ۶)

اور جس کا پلّہ ہلکا ہوگا، سو یہ وہ لوگ ہوں گے، جنھوں نے (کفر و شرک یا بدعملی اختیار کرکے) خود اپنا گھاٹا کیا تو یہ جہنّم میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور ان کے منہ اس میں بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اور سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ

(سورہ کہف۔ ع۔ ۴)

ہم نے ظالموں[1] کے لیے دوزخ تیار کی ہے اس کی قناتیں انھیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں ان کو پانی دیا جائیگا، تیل کی گاد جیسا اور آتنا جلتا اور کھولتا ہُوا کہ بھون ڈالے منہ کو۔

اور سورۂ الحج میں ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز

---

[1] قرآن کی زبان میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک ہے، اور اصلی ظالم کفر و شرک کرنیوالے ہیں۔ ۱۲

ٱلْحَمِيمُ ۝ يُصْهَرُ بِهِۦ مَا فِى بُطُونِهِمْ وَٱلْجُلُودُ ۝ وَلَهُم مَّقَٰمِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝ كُلَّمَآ أَرَادُوٓا۟ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا۟ فِيهَا وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ۝

(سورۂ الحج ع-۲)

گرم پانی چھوڑا جائے گا، اس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی سب گل جاویں گی اور ان کے لیے لوہے کے گُرز ہوں گے وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہیں جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

اور سورۂ دخان میں ارشاد ہے :

إِنَّ شَجَرَتَ ٱلزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ ٱلْأَثِيمِ ۝ كَٱلْمُهْلِ يَغْلِى فِى ٱلْبُطُونِ ۝ كَغَلْىِ ٱلْحَمِيمِ ۝ خُذُوهُ فَٱعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَآءِ ٱلْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوا۟ فَوْقَ رَأْسِهِۦ مِنْ عَذَابِ ٱلْحَمِيمِ ۝

(الدخان ع-۳)

بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں، مشرکوں) کا کھانا ہوگا جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا اُبلتا ہُوا پانی چھوڑو۔

اور سورۂ ابراہیم میں دوزخی آدمی کے متعلق فرمایا گیا ہے :

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ (سورۂ ابراہیم ع ۳)	اس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا، جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کرکے پیئے گا اور گلے سے اس کو وہ آسانی سے اتار نہ سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ مریگا بھی نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا

اور سورۂ نسآء میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (سورہ نساء)	جو لوگ ہماری آیتوں اور ہمارے حکموں کے منکر ہیں ہم ان کو ضرور دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے جب ان کی کھالیں جل بھن جائیں گی اور پک جائیں گی تو ہم ان کی اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ پوری طرح چکھیں۔

قرآن مجید کی سینکڑوں آیتوں میں دوزخ کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں، یہاں ہم انہی چند آیتوں پر بس کرتے ہیں۔ اب جنت اور دوزخ کے متعلق چند حدیثیں بھی سُن لیجیے ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا ہے

اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے"۔ بے شک جنّتیوں کو جو نفیس و لذیذ کھانے ملیں گے، جو پھل عطا فرمائے جائیں گے اسی طرح پینے کی جو نہایت لطیف اور خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کے لیے جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائینگے اور جو عالیشان خوبصورت مکانات اور خوش منظر باغیچے عطا ہوں گے اور جنّت کی جو حسین و جمیل حُوریں دی جائیں گی اور ان کے سوا بھی لذّت اور راحت اور لطف و مُسرّت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائینگے، جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا گیا، واقعہ یہی ہے کہ بس اللہ ہی ان کو جانتا ہے البتّہ ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب جنّتی جنّت میں پہنچ جائینگے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو، کوئی بیماری تمھارے پاس نہیں آئے گی، اب تم ہمیشہ زندہ رہو، تمھارے لیے اب موت نہیں، تم ہمیشہ جوان رہو، اب تم بوڑھے ہونے والے نہیں، اب تم ہمیشہ عیش و راحت میں ہو، کوئی رنج و غم اب تمھارے پاس آنے والا نہیں"۔ سب سے بڑی نعمت جو جنّت میں پہنچنے کے بعد جنّتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا کہ "جب جنّتی لوگ جنّت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ جو

نعمتیں تم کو دی گئیں ان سے زائد کوئی اور چیز میں تمھیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے، خداوندا! آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے ہم کو دوزخ سے نجات دی اور جنّت عطا فرمائی (جسمیں سب کچھ ہے، اب ہم اور کیا مانگیں)
حضور فرماتے ہیں کہ پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو بے پردہ دیکھیں گے اور پھر جنّت اور اس کی ساری نعمتیں جو اب تک ان کو مل چکی تھیں ان سب سے زیادہ پیاری نعمت ان کے لیے یہ دیدارِ الٰہی کی نعمت ہوگی"۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ سب نعمتیں اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت کے عیش و راحت اور دوزخ کے دُکھ اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
"قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہا ہوگا، لیکن اپنی بدبختی کی وجہ سے وہ دوزخ کا مستحق ہوگا تو اس کو دوزخ کی آگ میں ایک ڈوب دے کر فوراً نکال لیا جائے گا پھر اُس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی تو عیش و آرام میں بھی رہا تھا؟ وہ کہے گا، اے پروردگار! تیری قسم! میں نے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھا اور ایک دوسرے آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھ اور تکلیفوں میں رہا ہوگا مگر وہ جنّت کا مستحق ہوگا، پھر اِسی طرح اس کو بھی جنّت کی ذرا ہوا کھلا کر فوراً نکال لیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تو کبھی کسی دُکھ اور

تکلیف کی حالت میں رہا تھا؟ وہ عرض کرے گا، نہیں! میرے پروردگار تیری قسم! مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور میں نے کبھی کوئی دکھ نہیں دیکھا درحقیقت جنّت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عیش و آرام کا انتظام فرمایا ہے کہ دنیا میں ساری عمر سخت دکھوں اور تکلیفوں میں رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ کے لیے جنّت میں پہنچنے کے بعد اپنی عمر بھر کی تکلیفوں کو بالکل بھول جائیگا اور دوزخ ایسا ہی عذاب گھر ہے کہ دنیا میں ساری عمر عیش و آرام سے رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ دوزخ میں رہ کر بلکہ صرف اس کی گرم اور بدبودار لپیٹ پاکر یہی محسوس کرے گا کہ اس نے کبھی عیش و آرام کا منہ نہیں دیکھا۔ دوزخ کے عذاب کی سختی کا اندازہ بس اس ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "دوزخ میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اُس کے پاؤں کی جوتیاں آگ کی ہوں گی، جن کے اثر سے اس کا دماغ اِس طرح کھولے گا جس طرح چولہے پر رکھی ہانڈی پکا کرتی ہے۔" دوزخیوں کو کھانے پینے کے لیے جو کچھ دیا جائے گا اس کا ذکر ابھی ابھی قرآن شریف کی آیتوں میں گزر چکا ہے۔ اِس سلسلہ میں ۲ حدیثیں بھی سُن لیجیے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جہنمیوں کو جو بدبودار پیپ (غسّاق) پینی پڑے گی، اگر اُس کا ایک ڈول بھر کے دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی بدبُو سے بھر جائے۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زقوم کا ذکر کرتے ہوئے جو دوزخیوں کو کھانا ہوگا، ارشاد فرمایا: "اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو ساری دنیا میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب خراب ہو جائیں، پھر سوچو کہ اس پر کیا گزرے گی جس کو یہی زقوم کھانا پڑے گا"۔ اے اللہ! تو ہم کو اور سب ایمان والوں کو دوزخ کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔ آمین۔

بھائیو! برزخ اور قیامت اور دوزخ اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک نے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہم کو بتلایا ہے (جس میں سے کچھ یہاں ان دو سبقوں میں ہم نے ذکر کیا ہے) اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے۔ قسم اللہ پاک کی یہ سب باتیں بالکل اسی طرح ہیں اور مرنے کے بعد ہم ان سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ قرآن و حدیث میں قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر اتنی تفصیل سے اور سینکڑوں بار اسی لیے کیا گیا ہے کہ ہم دوزخ کے عذاب سے بچنے کی اور جنت حاصل کرنے کی کوشش سے غافل نہ ہوں۔ بھائیو! یہ دنیا چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً مرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے اللہ کے سامنے یقیناً کھڑا ہونا ہے اور پھر اس کے بعد ہمارا مستقل اور دائمی ٹھکانا یا جنت میں ہوگا یا دوزخ میں۔

ابھی وقت ہے کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے اور آئندہ کے لیے اپنی زندگی کو درست کر کے دوزخ سے بچنے کی اور جنت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش کریں۔ اگر خدانخواستہ زندگی یوں ہی غفلت میں گزر گئی تو مرنے کے بعد حسرت اور دوزخ کے عذاب کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ ط

سترھواں باب

ذِکرُ اللہ

چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے (بلکہ کہنا چاہیے کہ اسلام درحقیقت نام ہی اس کا ہے) کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکامِ الٰہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال میں اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جائے، اس لیے اسلام کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کریں اور اس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا سے اپنی زبانیں تر رکھیں، دل میں اللہ کی محبّت و عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کسی کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کے حُسن و جمال کے گیت دن رات گاتا رہے گا اس کے دل میں اس کی محبت و عظمت ضرور پیدا ہو جائیگی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو روشن بھی کرتی ہے اور اس کے شعلے کو بھڑکاتی بھی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے

وہ صرف محبّت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے، صرف محبّت ہی وہ چیز ہے، جو محبّ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرماں بردار بنا دیتی ہے۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

اِس لیے قرآنِ پاک میں اللہ کے ذکر کی کثرت کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً، سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ (احزاب ع ۶-۶)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بہت ذکر، اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔

اور سورۂ جمعہ میں ارشاد ہُوا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (جمعہ ع ۲-۳)

اور ذکر کرو اللہ کا بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔

خاص کر دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول اور منہمک ہو کر یا ان سے نشہ میں مست ہو کر آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے۔ ایک مال و دولت اور دوسرے بیوی بچے۔ اس لیے ان دونوں چیزوں کا نام لے کر صراحۃً مسلمانوں کو متنبّہ کیا گیا ہے، سورۂ منافقون میں ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ

اے ایمان والو! تمھیں تمھارے مال اور تمھاری

أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں، اور جو ایسا کریں گے وہی ٹوٹے اور گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔

اسلام میں پانچ وقت نماز فرض ہے اور وہ بلاشبہ اللہ کا ذکر ہی بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے لیکن کسی ایمان والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف نماز کے ذکر کو کافی سمجھے اور نماز کے باہر اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے بالکل بے فکر و غافل رہے، بلکہ اسلام کا صاف حکم یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی تم جس حال میں ہو اللہ سے غافل نہ رہو۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ
اور جب تم پڑھ چکو نماز، تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

حتّٰی کہ جو لوگ راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلے ہوئے ہوں انھیں بھی تاکید کے ساتھ حکم ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، بلکہ کثرت سے اس کا ذکر کریں، سورۂ انفال میں ارشاد ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ
اے ایمان والو! جب تمھارا مقابلہ ہو کسی فوج سے تو مضبوطی سے جم جاؤ اور اللہ کو بہت یاد کرو

ے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس طرح اپنے مقررہ وقت پر نماز فرض ہے اسی طرح ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا بھی فرض ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مومن کو اللہ سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

تُفْلِحُوْنَ ۝ تاکہ تم کامیاب و بامراد ہو جاؤ۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا اور اوپر سورۂ جمعہ کی جو آیت نقل ہو چکی ہے (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اس سے بھی معلوم ہوا تھا کہ ایمان والوں کی فلاح و کامیابی میں ذکر اللہ کی کثرت کو خاص دخل ہے اور سورۂ منافقون کی جو آیت اوپر نقل ہوئی اس سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے ذکر سے غافل رہنے والے بے مراد اور خسارے میں رہنے والے ہیں اور سورۂ رعد کی ایک آیت میں اللہ کے ذکر کی ایک خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے چین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے چین پاتے ہیں دل (یعنی ایمان والی روحیں)

قرآن مجید کی ان آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے، ایک حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ کے بندوں میں سے زیادہ اونچے درجوں پر ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کا ذکر کرنے والے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں"، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ کو یاد کرنے والے کی مثال اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے (یعنی یاد کرنیوالا زندہ

ہے اور نہ یاد کرنے والا مردہ ، بلکہ مُردار ہے") اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ" ہر چیز کے لیے کوئی صیقل ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں کوئی چیز بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ مؤثر نہیں"۔

ذِکر کی حقیقت

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ذکر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ سے غافل نہ ہو ، وہ جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اس کو اللہ کا اور اس کے احکام کا خیال ہو . اس کے لیے اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت اور ہر حال میں وہ زبان سے بھی ذکر کرے لیکن یہ واقعہ ہے کہ اللہ کے جن بندوں کا یہ حال ہوتا ہے ان کی زبانیں بھی اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہیں اور یہ حال (کہ ہر وقت اللہ کا اور اس کے حکموں کا خیال رہے اور غفلت نہ ہونے پائے) عموماً انھیں بندگانِ خدا کا ہوتا ہے جو زبانی ذکر کی کثرت کے ذریعہ دل و دماغ میں یاد اور دھیان کی مستقل کیفیت پیدا کر لیتے ہیں ، اللہ اللہ سے اپنے قلبی تعلق کو بڑھا لیتے ہیں ، اس لیے ذکرِ لسانی (یعنی زبانی ذکر) کی کثرت بہرحال ضروری ہے اس زمانہ کے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو یہ سخت غلط فہمی ہے کہ وہ زبان سے اللہ کے ذکر کی کثرت کو ایک بے فائدہ عمل سمجھتے ہیں ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی احادیث میں صراحۃً اس کا حکم ہے اور حضورؐ نے اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ "ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسولؐ اللہ! اسلام کے احکام بہت ہیں، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتادیجیے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں؟ حضورؐ نے فرمایا، لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہا کرے") ایک حدیث قدسی میں ہے، جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اسکے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اسکے ساتھ ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے خاص خاص اذکار

جو آیتیں اور حدیثیں اب تک مذکور ہوئیں اُن سے اللہ کے ذکر کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوچکی اور اوپر یہ بھی تبلایا جاچکا ہے کہ اللہ کے ذکر کی کثرت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ اب ہم کو اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کیے ہوئے اور پسند فرمائے ہوئے ذکر کے خاص خاص کلمے معلوم کرلینا چاہئیں۔

افضل الذکر

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"سب ذکروں میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب کوئی بندہ دل کے پورے اخلاص سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اس کلمہ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ بندہ گناہِ کبیرہ سے پرہیز کرے"۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، مجھے کوئی چیز بتلائی جائے جس کے ذریعہ میں آپ کا ذکر کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا، کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذریعہ میرا ذکر کیا کرو۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ یہ ذکر تو سب ہی کرتے ہیں، میں کوئی خاص کلمہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور سب آسمانی مخلوق اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا ہی جھک جائے گا۔ درحقیقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شان ایسی ہی ہے مگر لوگ اس کو صرف ہلکا سا لفظ سمجھتے ہیں۔ اس عاجز نے اللہ کے ایک مخلص اور صادق بندہ سے سنا۔ ایک خاص حالت میں اس ناچیز ہی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اگر کوئی شخص جس کے قبضہ میں دنیا کے خزانے ہوں، مجھ سے یہ کہے کہ یہ سارے خزانے

تم لے لو اور اپنا کہا ہوا ایک دفعہ کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کے بدلے میں دے دو، الحمدللہ یہ فقیر اس پر راضی نہ ہوگا" کوئی ناواقف شاید اس کو مبالغہ آمیز دعویٰ سمجھے لیکن سچّی بات یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اللہ کے نزدیک جو عظمت اور جو قدر و قیمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اس کا سچّا یقین نصیب فرمادیں تو اس کا حال یہی ہوگا کہ وہ ساری دنیا کے خزانوں کے بدلہ میں ایک دفعہ کا بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دینے پر راضی نہ ہوگا۔

کلمۂ تمجید یا تیسرا کلمہ

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سب باتوں میں افضل بات اور سب کلموں میں افضل کلمے یہ چار ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے اس پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج نکلتا ہے۔" درحقیقت یہ کلمہ بہت ہی جامع کلمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت کے سب پہلو اس میں آجاتے ہیں، بعض حدیثوں میں اللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی آیا ہے، ہمارے ایک مخدوم بزرگ اس کلمہ کی مختصر تشریح یوں

فرمایا کرتے تھے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پاک ہے اللہ ہر عیب اور ہر نقص سے، اور ان تمام چیزوں سے جو اس کی شان کے مناسب نہیں۔" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ساری خوبیاں اور کمال کی سب صفتیں اس میں موجود ہیں، لہٰذا سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں (الحمد للہ) اور جب اس کی شان یہ ہے کہ ہر نامناسب بات سے وہ پاک ہے اور خوبیاں اور کمالات سب اس میں موجود ہیں تو پھر وہی معبود و مطلوب ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم اس کے اور بس اسی کے عاجز اور ناچیز بندے ہیں اور وہ بہت ہی بڑا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہم کسی طرح اس کی بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے اور اس کی عالی بارگاہ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، مگر یہ کہ وہی ہماری مدد فرمائے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تسبیحاتِ فاطمہؓ

مشہور حدیث ہے کہ "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا کُل کام کاج خود کرتی تھیں، حتّٰی کہ خود ہی پانی بھر کر لاتی تھیں اور خود ہی چکی پیستی تھیں۔ ایک دفعہ انھوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ ان کاموں کے لیے انھیں کوئی خادم دے دیا جائے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ میں تمھیں خادم سے اچھی چیز بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر

کہہ لیا کرو، یہ تمھارے لیے خادم سے بدرجہا بہتر ہے۔" ایک دوسری حدیث میں ان کلمات کی فضیلت اور خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرے اور آخر میں ایک دفعہ یہ کلمہ پڑھ لیا کرے (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ) تو اس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔

سُبحان اللہِ وبحمدہٖ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص صبح شام سو سو دفعہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ) پڑھ لیا کرے تو قیامت میں کوئی شخص اس سے زیادہ ثواب کا سامان لے کر نہیں آئے گا، سوائے اس کے جس نے یہی عمل کیا ہو، یا اس سے بھی زیادہ کیا ہو۔" اور حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو کلمے ہیں زبان پر بڑے ہلکے، میزانِ عمل میں بہت بھاری اور اللہ کو بہت پیارے (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ) اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر اللہ کے اور

بھی بہت سے کلمے مروی ہیں لیکن ہم نے جو چند کلمے اوپر نقل کیے ہیں اگر اللہ کا کوئی بندہ اُن ہی کو یا اُن میں سے بعض ہی کو اپنا ورد بنا لے تو کافی ہے۔ ذکر کے سلسلہ میں ایک بات اور بھی خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک آخرت کے اجر و ثواب کا تعلق ہے، اس کے لیے کوئی خاص قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے۔ اللہ کے جو بندے ذکر کا جو کلمہ بھی اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے جس وقت اور جس تعداد میں پڑھیں گے انشاء اللہ وہ اس کے پورے اجر اور ثواب کے مستحق ہوں گے لیکن حضرات مشائخ دل میں کسی خاص کیفیت کے پیدا کرنے کے لیے مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لیے یا دل میں حضوری اور بیداری کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے یا کسی خاص روحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لیے خاص خاص طریقوں سے جو ذکر تبلاتے ہیں اس میں اس تعداد اور طریقہ کی پابندی ضروری ہے، جو وہ تبلائیں، کیونکہ جس مقصد کے لیے وہ ذکر کیا جاتا ہے، وہ اسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے الحمد شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کر لے، ایک دفعہ دوپہر کو، ایک دفعہ ظہر کے وقت اور ایک دفعہ شام کو اور اسی طرح دو چار دفعہ رات میں، لیکن اگر وہ اس سورت کو

حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسیوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑے گا، اس کے بغیر وہ یاد نہیں کر سکے گا، بس فرق یہی ہے اس عام ذکر میں جو صرف ثواب کے لیے کیا جاتا ہے اور اس خاص ذکر میں جو حضرات مشائخ اہل سلوک کے لیے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں بہت سے لوگوں کو ذکر کی ان قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور فقہی الجھنیں ہوتی ہیں، اس لیے یہ مختصر بات یہاں عرض کر دی گئی۔

قرآن پاک کی تلاوت[1]

قرآن مجید کی تلاوت بھی اللہ کا ذکر ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں ایسی ہے، جیسی اللہ کی فضیلت

---

[1] آج کل کے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے اور وہ بڑے زور سے اس کی اشاعت کرتے ہیں کہ معنی مفہوم سمجھے بغیر قرآن شریف کی تلاوت بالکل فضول ہے۔ یہ بیچارے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح قانون یا اخلاق کی دوسری کتابیں ہوتی ہیں اسی طرح کی ایک کتاب قرآن شریف بھی ہے اور جیسے کسی قانونی یا اخلاقی کتاب کو اس کے نہ سمجھنے والے کا پڑھنا بالکل فضول اور لایعنی فعل ہے، اسی طرح ان لوگوں کا تلاوت کرنا بھی ایک فعل عبث ہے جو قرآن کے معنی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ دوسری کتابوں سے مختلف اللہ کی اس مقدس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ پاک کی کتاب ہے، اس لیے ادب اور عظمت کے ساتھ اس کی صرف تلاوت بھی

اس کی مخلوق پر"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے تو اس کے لیے ایک نیکی ہے اور اس ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ (الٓمٓ) ایک حرف ہے بلکہ اس کا الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے" ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! قرآن پڑھا کرو۔ قیامت کے دن قرآن ان لوگوں کی شفاعت کرے گا جو قرآن والے ہوں گے"۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عبدیت کے تعلق کو ظاہر کرنے والا ایک عمل ہے اس لیے یہ ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت کا مقصد صرف سمجھنا ہی ہوتا تو ایک ایک نماز میں چار چار دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا، کیونکہ معنی اور مطلب کے سمجھنے کیلیے تو ایک دفعہ کی تلاوت کافی ہوتی۔ اس طرح کی غلط فہمیاں دراصل ان لوگوں کو ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو دنیا کے حاکموں کی طرح کا بس ایک حاکم سمجھتے ہیں اور اسکی شان محبوبیت و معبودیت سے ناآشنا ہیں یا یوں سمجھیے کہ جنھوں نے صرف دماغ سے خدا کو جانا اور مانا ہے اور دل سے ماننا ابھی انھیں پوری طرح حاصل نہیں ہوا ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن کا جو اصل مقصد ہے یعنی ہدایت و نصیحت وہ سمجھنے ہی پر موقوف ہے، اس لیے اس کو سمجھنا اور تدبر و تفکر کے ساتھ اسی کی تلاوت کرنا یہ سعادت کا اعلیٰ درجہ اور اونچا مقام ہے۔ یہی اس مسئلہ میں نقطۂ اعتدال اور قولِ حق ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ذکر کے متعلق چند آخری باتیں

(۱)

ذکر کرتے کرتے جن اللہ کے بندوں کے دل میں ذکر بس گیا ہے اور ان کی زندگی کا جزو بن گیا ہے۔ انھیں تو ذکر کے لیے کسی خاص پابندی اور اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن ہم جیسے عوام اگر ذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانا اور ذکر کے برکات و ثمرات حاصل کرنا چاہیں تو ان کیلیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کے لحاظ سے ذکر کی کچھ تعداد اور اس کا وقت مقرر کر لیں اور بہتر یہ ہے کہ کلماتِ ذکر کے انتخاب میں کسی صاحبِ ذکر سے مشورہ کر لیں یا مذکورہ بالا کلماتِ ذکر میں سے جس ذکر سے اپنی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو اس کو مقرر کر لیں۔ اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت کے لیے بھی وقت مقرر کر لیں۔

(۲)

جہاں تک ممکن ہو جس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، اس کے معنیٰ کا بھی دھیان رکھا جائے اور اللہ کی عظمت اور محبّت کے شعور کے ساتھ ذکر کیا جائے اور اس پر یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس اور میرے ساتھ ہیں اور میرے ہر لفظ کو سُن رہے ہیں۔

(۳)

ذکر کے لیے وضو شرط نہیں ہے، اس لیے وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی بے تکلف ذکر کیا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ جس ثواب کا وعدہ ہے وہ پورا پورا ملے گا لیکن وضو کے ساتھ ذکر کی تاثیر اور نورانیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

(۴)

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ذکر کے تمام کلمات میں کلمۂ تمجید (تیسرا کلمہ) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ بہت جامع ہے اگر اس کو اپنا ورد بنا لیا جائے تو اس میں سب کچھ ہے اور اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عام طالبین کو مستقل ورد کے لیے یہی کلمہ اور اس کے ساتھ استغفار اور درود شریف بتلاتے ہیں (استغفار اور درود شریف کا بیان ابھی ایک سبق کے بعد آ رہا ہے) اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اس کے ذکر سے ہمارے قلوب معمور اور ہماری زبانیں تر رہیں اور اس کے انوار و آثار اور برکات و ثمرات ہمیں نصیب ہوں ؎

ہمارا شغل ہو راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہو محوِ خیالِ یار ہو جانا

اٹھارھواں باب

دُعا

جب یہ بات یقینی ہے اور مانی ہوئی ہے کہ دنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور قدرت میں ہے تو ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دعا کرنا بالکل فطری بات ہے، اسی لیے ہر مذہب کے ماننے والے اپنی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اسلام میں اس کی خاص طور سے تعلیم اور تاکید فرمائی گئی ہے، قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط (المؤمن ع۔۶) — اور فرمایا تمھارے پروردگار نے کہ مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَاۤؤُكُمْ ج (الفرقان ع۔۶) — کہہ دو کیا پروا تمھاری میرے رب کو، اگر نہ ہوں تمھاری دُعائیں۔

پھر دعا کے حکم کے ساتھ یہ بھی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے وہ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے، ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ — اور اے رسول! جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (انھیں بتاؤ) کہ میں ان سے

اِذَا دَعَانِ لا قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں۔ (البقرہ ع ۲۳)

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم کو یہ بھی تبلایا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا اعلےٰ درجہ کی عبادت ہے بلکہ عبادت کی رُوح اور اس کا مغز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔" اللہ کے یہاں دعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں"۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اپنی ضرورتیں اس سے نہ مانگے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ" اللہ تعالیٰ اس بندہ پر ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں اس سے نہیں مانگتا"۔ سبحان اللہ! دنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست سے یا اپنے کسی عزیز قریب سے بھی بار بار اپنی ضرورتوں کا سوال کرے تو وہ اس سے تنگ آکر خفا ہو جاتا ہے لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ نہ مانگنے پر خفا اور ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ" جس شخص کے لیے دعا کے دروازے کُھل گئے (یعنی اللہ کی طرف سے جس کو دعا کی توفیق ملی اور اصلی دعا کرنا جسے نصیب ہو گیا) تو اس کیلیے اللہ کی رحمت کے دروازے کُھل گئے"۔ بہر حال کسی ضرورت اور مقصد کیلیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جس طرح اس کو حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے اسی

طرح وہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت راضی اور خوش ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے یہ شان ہر دُعا کی ہے خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لیے کی جائے یا کسی دنیاوی ضرورت کے لیے، مگر شرط یہ ہے کہ کسی بُرے اور ناجائز کام کے لیے نہ ہو، ناجائز کام کے لیے دعاء کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دُعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی، اسی قدر اس کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہو گی، جو دُعاء دل سے نہ کی جائے بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کی جائے وہ دراصل دعاء ہی نہیں ہوتی، حدیث شریف میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ وہ دعاء قبول نہیں کرتا جو دل کی غفلت کے ساتھ کی جائے"۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کی دُعا سنتا ہے لیکن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص وقتوں میں دعاء زیادہ مقبول ہوتی ہے، مثلاً فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں یا روزہ کے افطار کے وقت یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد یا سفر کی حالت میں خاص کر جب سفر دین کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دُعاء کے قبول ہونے کے لیے آدمی کا ولی ہونا یا متّقی ہونا شرط نہیں ہے، اگرچہ اسمیں شبہ نہیں کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی

ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گنہگاروں کی دعا سے کیا ہو گا۔ اللہ رحیم و کریم جس طرح اپنے گنہگاروں کو کھلاتا پلاتا ہے، اسی طرح ان کی دُعائیں بھی سنتا ہے، اِس لیے اللہ سے دعا سب کو کرنا چاہیئے۔ ابھی تبلایا جا چکا ہے کہ دعا مستقل عبادت بھی ہے، اس لیے دعا کرنیوالے کو ثواب تو بہر حال ملے گا۔ اور اگر چند دفعہ دعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی مایوس اور ناامید ہو کر دعا چھوڑ نہ دینا چاہیئے، اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے۔ کبھی کبھی اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ دعا دیر سے قبول کی جائے اور بندے کی بہتری بھی اسی میں ہوتی ہے لیکن بندہ اپنی نادانی کی وجہ سے اس کو جانتا نہیں، اِس لیے جلد بازی کرتا ہے اور مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ الغرض بندے کو چاہیے کہ اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہی رہے، معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس دن اور کس گھڑی سُن لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے متعلق ایک بات یہ بھی تبلائی ہے کہ "دعا ضائع اور بیکار کبھی نہیں جاتی لیکن اس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو وہ چیز دینا بہتر نہیں سمجھتے، اِس لیے وہ تو ملتی نہیں لیکن اس کے بجائے کوئی اور نعمت اس کو دے دی جاتی ہے یا کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے یا اس دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا

جاتا ہے (لیکن چونکہ بندے کو اس راز کی خبر نہیں ہوتی، اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ میری دعار بیکار گئی) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعار کو آخرت کیلیے ذخیرہ بنا دیتا ہے، یعنی بندہ جس مقصد کے لیے دعا کرتا ہے وہ تو اللہ تعالےٰ اس دنیا میں اس کو نہیں دیتا لیکن اس کی اس دعار کے بدلے آخرت کا بہت بڑا ثواب اس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے" ایک حدیث میں ہے کہ بعض لوگ جن کی بہت سی دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئی تھیں جب آخرت میں پہنچ کر اپنی ان دعاؤں کے بدلے میں ملے ہوئے ثواب اور نعمتوں کے ذخیرے دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے کہ کاش! دنیا میں ہماری کوئی بھی دُعار قبول نہ ہوئی ہوتی اور سب کا بدلہ ہمیں یہیں ملتا" بہر حال اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہر بندے کو اللہ کی قدرت اور اس کی شانِ کریمی پر پورا یقین رکھتے ہوئے قبولیت کی پوری امید اور بھروسہ کے ساتھ اپنی ہر ضرورت کیلیے اللہ تعالیٰ سے دعار کرنی چاہیے اور بالکل یقین رکھنا چاہیے کہ دعار ہرگز ضائع نہیں جائے گی۔ جہاں تک بن پڑے دعار ایسے اچھے الفاظ میں کرنی چاہیے جن سے اپنی عاجزی و بے چارگی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی ظاہر ہو، قرآن شریف میں ہمیں بہت سی دعائیں بتلائی گئی ہیں اور انکے علاوہ حدیثوں میں بھی رسول اللہؐ کی سینکڑوں دعائیں آئی ہیں، سب سے اچھی دعائیں قرآن و حدیث کی یہی دعائیں ہیں۔ ان میں سے چالیس ۴۰ مختصر اور جامع دعائیں اس کتاب کے آخر میں بھی درج ہیں۔

انیسواں باب

دُرود شریف

درود شریف بھی دراصل ایک دعار ہے جو ہم بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسان ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ نے سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھا کے اللہ کی ہدایت ہم بندوں تک پہنچائی، اگر آپ اللہ کے راستہ میں یہ تکلیفیں نہ اُٹھاتے تو دین کی روشنی ہم تک نہ پہنچ سکتی اور ہم کفر و شرک کے اندھیرے میں پڑے رہ جاتے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جاتے۔ الغرض دین اور ایمان کی دولت چونکہ اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ملی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے بعد حضورؐ ہی ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ہم آپ کے اس احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے بس زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے دعار کریں اور اس طرح اپنی نیاز مندی اور شکر گزاری کا ثبوت دیں ہماری طرف سے حضورؐ کی شان کے لائق دعار یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ

کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور آپ کے درجے زیادہ سے زیادہ بلند کرے۔" بس اسی قسم کی دعا کو درود کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بڑی صراحت کے ساتھ اور بڑے عجیب انداز میں ہم کو اس کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور سلام عرض کرو۔

اس آیت میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کا خود اعزاز و اکرام کرتا ہے اور ان پر رحمت و شفقت فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں کا بھی برتاؤ آپ کے ساتھ یہی ہے کہ وہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کیلیے رحمت کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمتیں نازل کرنے کی التدعا کرو اور ان پر سلام بھیجو۔ گویا حکم دینے سے پہلے ہی ہم کو تبلایا گیا ہے کہ جس کام کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خصوصیت سے محبوب ہے اور فرشتوں کا خاص مشغلہ ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کون مسلمان ہوگا جو اس کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔ درود شریف کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں، جن میں سے دو چار یہاں بھی درج کی جاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مشہور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:" جو شخص مجھ پر ایک

دفعہ درود بھیجے ، اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل کرتا ہے"۔ ایک اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ "اس کی دس خطائیں بھی معاف کی جاتی ہیں اور دس درجے بھی بلند کر دیے جاتے ہیں"۔ ایک اور حدیث میں ہے ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو اُمتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں"۔ سبحان اللہ! کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضورؐ کو پہنچتا ہے اور اس بہانے ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے۔ ؏

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ایک اور حدیث میں ہے ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب آدمی وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا"۔ ایک اور حدیث میں ہے ، حضورؐ نے فرمایا "وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ اس وقت بھی مجھ پر درود نہ بھیجے"۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل ہو) جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے"۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ہم پر حضورؐ کا بہت بڑا حق ہے اور ہماری اعلیٰ درجہ کی سعادت اور نیک بختی ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے لیے بے شمار

رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہے۔

درود کے الفاظ

بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ "ہم حضورؐ پر درود کس طرح بھیجیں"؟ تو حضورؐ نے ان کو "درودِ ابراہیمی" تعلیم فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کتاب کے دوسرے باب میں نماز کے بیان میں گزر بھی چکا ہے۔ اسی کے قریب قریب اور اس سے کچھ مختصر ایک اور درود شریف بھی حضورؐ نے تعلیم فرمایا ہے، اس کے الفاظ حدیث میں یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝	اے میرے اللہ! نبی اُمّی حضرت محمدؐ پر اور آپ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپ کی نسل اور آپ کے گھر والوں پر رحمتیں نازل کر جیسے کہ تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے پر، تو لائق حمد ہے، صاحب مجد ہے۔

جب بھی ہم حضورؐ کا نام نامی لیں اور آپ کا ذکر کریں یا دوسرے سے سنیں تو آپ پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے اور ایسے موقع کیلیے صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ یا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کافی ہے۔

درود شریف بطور معمول و وظیفہ

بعض خاص ذوق اور ہمّت رکھنے والے بندے تو روزانہ کئی کئی ہزار بار درود شریف کا معمول رکھتے ہیں، لیکن ہم جیسے کم ہمّت اگر صبح شام ادب اور محبت کے ساتھ صرف سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ اتنا کچھ پائیں گے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ان کے حال پر ایسی شفقتیں ہوں گی کہ اس دنیا میں ان کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ جو حضرات مختصر درود شریف پڑھنا چاہیں وہ یہ مختصر درود یاد کر لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ؕ

اے اللہ نبی امی حضرت محمد پر اور انکے گھر والوں پر رحمتیں نازل فرما

بیسواں باب

توبہ واستغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو اس واسطے بھیجا اور اپنی کتابیں اس لیے نازل فرمائیں کہ انسانوں کو اپنا بُرا بھلا اور گناہ ثواب سب معلوم ہو جاوے اور وہ بُری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچیں اور نیکی اور ثواب کے راستہ پر چل کر اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی یعنی آخرت میں نجات حاصل کریں تو جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں، رسولوں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو نہیں مانا اور ایمان نہیں لائے، ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ ان کی پوری زندگی گویا بغاوت اور نافرمانی کی زندگی ہے اور اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت سے وہ بالکل لاتعلق ہیں، اس لیے جب تک وہ اُس کے بھیجے ہوئے نبیوں، رسولوں پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر اور خاص کر اس آخری زمانے کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی لائی ہوئی خدا کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لائیں اور اس کی ہدایت کو تسلیم نہ کریں وہ اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی میں فلاح و نجات حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا اور اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں کا انکار ایسا جرم نہیں جو قابلِ معافی ہو، اللہ کے ہر پیغمبر نے

اپنے اپنے زمانے میں اس بات کا بہت صاف صاف اعلان کیا ہے
بہرحال کفر اور شرک والوں کی نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے
پہلے شرک و کفر سے توبہ کریں اور ایمان اور توحید کو اپنا اصول بنائیں اس
کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ لیکن جو لوگ نبیوں، رسولوں پر ایمان لے آتے
ہیں اور ان کی ہدایت پر چلنے کا اقرار اور ارادہ کر لیتے ہیں وہ کبھی کبھی شیطان
کے بہکاوے سے یا اپنے نفس کی بُری خواہش سے گناہ کے کام کر بیٹھتے ہیں
ایسے سب گنہگاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کا دروازہ کھلا
رکھا ہے۔ توبہ و استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے سے اللہ کی نافرمانی
اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ اس
گناہ سے بچنے کا ارادہ کرے اور اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہ کی معافی چاہے
قرآن و حدیث میں تبلایا گیا ہے کہ بس اتنا کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے
سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے
کہ توبہ صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ کیے ہوتے گناہ پر دل سے ندامت
اور رنج و افسوس ہونا ضروری ہے اور آئندہ پھر کبھی اس گناہ کے نہ کرنے
کا ارادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے۔ توبہ کی مثال بالکل ایسی ہے۔ کہ کوئی
آدمی غصہ یا رنج کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھا لے اور جب
اِس کے اثر سے آنتیں کٹنے لگیں اور سخت تکلیف ہونے لگے تو اُسے اپنی اس

غلطی پر رنج وافسوس ہو اور وہ علاج کے لیئے تڑپے اور حکیم ڈاکٹر جو دوا بتائیں وہی پیئے، اس وقت اس کے دل کا فیصلہ قطعاً یہی ہوگا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا. بس گناہ سے توبہ کرنے والے کے دل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور آخرت کے عذاب کا خیال کر کے اس کو اپنے گناہ کرنے پر خوب رنج اور افسوس ہو اور آئندہ کے لیے اس وقت اس کے دل کا یہ فیصلہ ہو کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا اور جو ہو چکا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دعا رہو. اگر اللہ تعالیٰ کسی درجہ میں یہ بات نصیب فرمادے تو یقین رکھنا چاہیے کہ گناہ کا اثر بالکل مٹ گیا اور اللہ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا۔ ایسی توبہ کے بعد گناہ گار گناہ کے اثر سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی تو گناہ کے بعد سچّی توبہ کے ذریعہ بندہ اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس پر سینکڑوں سال کی عبادت وریاضت سے پہنچنا بھی مشکل ہوتا ہے. یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ سب آیات واحادیث کا مضمون ہے، اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی توبہ واستغفار سے متعلق لکھی جاتی ہیں. سورہ تحریم میں ارشاد ہے :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ سے سچّی توبہ. امید ہے کہ تمھارا مالک (اس توبہ کے بعد) مٹا دیگا

يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
تمہارے گناہ اور داخل کر دے گا تم کو جنت کے ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

اور سورۂ مائدہ میں گنہگار خطا کار بندوں کے متعلق ارشاد ہے۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (ع-١٠)
وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور معافی کیوں نہیں طلب کرتے اور اللہ تو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اور سورۂ انعام میں کیسا پیارا ارشاد ہے:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (سورۂ انعام ع-٦)
اور اے نبی! جب تمہارے پاس آویں ہمارے وہ بندے جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو تم کہو ان سے کہ سلام ہو تم پر تمہارے رب نے مقرر کیا ہے اپنی ذات پر رحمت کرنا۔ جو کوئی تم میں سے گناہ کا کام کرے نادانی سے پھر توبہ کرلے اس کے بعد اور درست کرے اپنا عمل تو اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ پاک کی شانِ رحمت کے قربان! انھوں نے توبہ کا دروازہ کھول کے ہم جیسے گنہگاروں کا مسئلہ آسان کر دیا، ورنہ ہمارا ٹھکانہ کہاں تھا۔ ان آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے۔ مسلم شریف میں ایک طویل حدیث قدسی ہے، اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے میرے بندو تم رات دن خطائیں کرتے ہو، اور میں سب گناہ معاف کرسکتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے معافی اور بخشش مانگو میں تمہیں معاف کردوں گا۔" ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی رحمت اور مغفرت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کے گنہگار توبہ کرلیں اور ہر دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گناہ کرنے والے توبہ کرلیں اور اللہ کا یہ معاملہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قیامت کے قریب سورج مغرب کی طرف سے نکلے۔" ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے ایک بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے رب! میں نے گناہ کیا مجھے معاف کردے تو اللہ نے فرمایا، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ گناہ سے رکا رہا اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا، میرے مالک! مجھ سے گناہ ہوگیا تو اس کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ، قصور معاف بھی کرتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کردیا۔ پھر اللہ نے جب تک چاہا بندہ رکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا

اے میرے مولا! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولا ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، مَیں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے کرے"۔ ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو"۔ ان حدیثوں میں اللہ کی شان مغفرت اور اس کی رحمت کا بیان ہے، ایسی حدیثوں کو سن کر گناہوں پر دلیر ہونا یعنی توبہ اور مغفرت کے بھروسہ پر اور زیادہ گناہ کرنے لگنا مومن کا کام نہیں، مغفرت اور رحمت کی ان آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے تو اللہ کی محبت بڑھنی چاہیئے اور یہ سبق لینا چاہیئے کہ ایسے رحیم و کریم آقا کی نافرمانی تو بڑا ہی کمینہ پن ہے۔ ذرا سوچو اگر کسی نوکر کا آقا اس کے ساتھ بہت ہی شفقت اور احسان کا برتاؤ کرے تو کیا اس نوکر کو اور زیادہ دلیر ہو کر اس کی نافرمانی کرنی چاہیے؟ دراصل ان آیتوں اور حدیثوں کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندے سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اس گناہ کے داغ دھبّے دھو ڈالے اور اللہ سے معافی مانگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو معاف کر دیں گے اور بجائے ناراضی اور غصے کے اللہ تعالیٰ اس سے اور زیادہ خوش ہوں گے۔ ایک

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بندہ جب گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس کی توبہ سے اِس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کی سواری کا جانور کسی لق و دق میدان میں اس سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان لدا ہو اور وہ اس سے بالکل مایوس ہو کر موت کے انتظار میں کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جائے اور پھر اسی حالت میں اچانک وہ دیکھے کہ اس کا وہ جانور اپنے پورے سامان کے ساتھ کھڑا ہے۔ اور وہ اس کو پکڑ لے اور پھر انتہائی خوشی اور مستی میں اس کی زبان سے نکل جائے کہ اے اللہ! بس تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں[1]۔ (تو حضورؐ فرماتے ہیں کہ جتنی خوشی اِس شخص کو اپنی سواری کا جانور پھر سے پا کر ہو گی، اللہ تعالیٰ کو اپنے گنہگار بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے") ان آیتوں اور حدیثوں کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو شخص گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضامندی اور رحمت حاصل نہ کرے بلاشبہ وہ بڑا ہی محروم اور بے نصیب ہے۔ بہت سے لوگ اس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے، ابھی تو ہم تندرست ہیں، مرنے سے پہلے کبھی توبہ کر لیں گے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اس بندے کو اس قدر زیادہ خوشی ہو کہ فرطِ مسرت سے اس کی زبان بہک جائے اور جو بات کہنا چاہیے اس کا اُلٹا نکل جائے۔ ۱۲

بھائیو! ہمارے تمھارے دشمن شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے وہ جسطرح خود اللہ کی رحمت سے دور اور جہنمی ہوگیا، اسی طرح ہم کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب آئے گی، اس لیے ہر دن کو یہی سمجھو کہ شاید آج کا دن ہی ہماری زندگی کا آخری دن ہو، اسیلیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلدی سے جلدی اس سے توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے۔ قرآن شریف میں صاف فرما دیا گیا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

(النساء ع ۳)

صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو اللہ معاف کرتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (ڈھٹائی سے) برابر گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے بالکل سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی توبہ قبول نہیں) اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں، ان سب کیلیے ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب

پس جو دم باقی ہے اس کو ہم غنیمت جانیں اور توبہ کرنے میں اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کریں، معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آ جائے اور اس وقت ہم کو اس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔ بھائیو! ہم نے اور آپ نے اپنی عمر میں سینکڑوں کو مرتے دیکھا ہے اور ہمارا آپ کا عام تجربہ یہی ہے کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اسی حالت میں مرتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر تو اللہ سے غافل رہے، اس کی نافرمانیاں کرتا رہے لیکن مرنے سے ایک دو دن پہلے وہ ایک دم توبہ کر کے ولی ہو جائے، اس لیے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے، اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا، اور قیامت میں نیکوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات :

بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کر لے اور پھر اس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی اللہ کی رحمت سے ہرگز نا امید نہ ہو، بلکہ پھر توبہ کر لے اور پھر ٹوٹے تو پھر توبہ کر لے، اس طرح اگر سینکڑوں ہزاروں دفعہ بھی اس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نا امید نہ ہو، جب بھی وہ سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی توبہ قبول کر لیں گے، اور اس کو معاف فرماتے رہیں گے، اللہ کی

رحمت اور جنت بڑی وسیع ہے۔

توبہ و استغفار کے کلمات :

توبہ اور استغفار کی جو حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے، یہ تو آپ نے اسی سے سمجھ لیا ہوگا کہ بندہ جس زبان میں اور جن الفاظ میں بھی اللہ سے توبہ کرے اور معافی چاہے، اللہ تعالیٰ اس کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو توبہ و استغفار کے بعض خاص خاص کلمے بھی تعلیم فرمائے تھے اور حضورؐ خود بھی ان کو پڑھا کرتے تھے، کوئی شبہ نہیں کہ وہ کلمے بہت ہی بابرکت اور بہت قبول ہونے والے اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں، ان میں سے چند ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں، آپ ان کو یاد کر لیجیے اور ان کے ذریعہ توبہ و استغفار کیا کیجیے :

(۱) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

میں معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حی و قیوم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں اسی کی طرف

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ سے اس کلمہ کے ذریعہ توبہ و استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ اس نے جہاد کے میدان سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو جو اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص رات کو سوتے وقت تین دفعہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے توبہ

استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا. اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔"

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف "أَسْتَغْفِرُ اللهَ" (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں) "أَسْتَغْفِرُ اللهَ" (میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) بھی پڑھا کرتے تھے۔ یہ بہت مختصر استغفار ہے۔ اس کے ہر وقت زبان پر جاری رہنے کی عادت ڈال لینا چاہیئے.

(۳) سیدالاستغفار:

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیدالاستغفار یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ

اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں. تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں

وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ

تک مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، میں نے جو برے کام کیے میں ان کے

بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں مجھ لینے پر تیرے انعامات کا اقرار ہے اور گناہوں کا بھی اعتراف

اِلَّآ اَنْتَ

ہے. پس تو مجھے بخش دے. گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی نہیں بخش سکتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو بندہ اِس کلمہ کے ذریعہ اس کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ دن میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس دن رات شروع ہونے کے پہلے مر جائے تو وہ جنّت میں جائے گا اور جو بندہ اِسی طرح اِس کلمہ کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ رات میں اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور صبح ہونے سے پہلے اُسی رات میں مر جائے تو وہ جنّتی ہوگا" یہاں استغفار کے صرف یہ تین کلمے نقل کیے گیے ہیں، ان کا یاد کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "خوشخبری ہو اور مبارک ہو اس آدمی کو جس کے اعمالنامہ میں استغفار کثرت سے درج ہو۔"

خاتمہ

اللہ کی رضامندی اور جنت حاصل کرنیکا عوامی نصاب

۱ اِس چھوٹی سی کتاب کے بیسؔ بابوں میں جو کچھ آ گیا ہے، اس پر عمل کرنا اللہ کی رضا اور جنّت حاصل کرنے کے لیے انشاء اللہ بالکل کافی ہے۔ آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطروں میں پھر اس کا لُب لباب اور خلاصہ عرض کر دیا جائے۔ اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہونے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ایمان لائے (جس کی تفصیل و تشریح پہلے باب میں کی جا چکی ہے) پھر بقدرِ ضرورت دین کے احکام معلوم کرنے اور سیکھنے کی فکر کرے پھر کوشش کرے کہ اللہ کے فرائض اور بندوں کے حقوق اور آداب و اخلاق کے بارے میں اسلام کی جو تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں (جن کی تفصیل بعد کے ابواب میں کی گئی ہے)، ان کی فرماں برداری ہو اور جب کبھی کوتاہی اور نافرمانی ہو جائے تو سچے دل سے اللہ سے توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر کسی بندے کا قصور ہو جائے اور اس پر کوئی زیادتی ہو جائے تو اس سے معافی چاہے یا اس کا بدلہ اور معاوضہ دے کر حساب بے باق

کرے۔ اسی طرح کوشش کرے کہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ کی اللہ کے رسول کی اور اس کے دین کی ہو اور ہر حال میں پوری مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم رہے اور دین کی دعوت اور خدمت میں ضرور کچھ حصہ لے۔ یہ بہت بڑی سعادت اور انبیا علیہم السلام کی خاص وراثت ہے اور خاص طور سے اس زمانے میں اس کا درجہ دوسری نفلی عبادتوں سے بدرجہا زیادہ ہے اور اس کی برکت سے خود اپنا تعلق بھی دین سے اور اللہ و رسولؐ سے بڑھتا ہے۔ نوافل میں اگر ہو سکے تو تہجد کی عادت ڈالنے کی کوشش کرے۔ اس کی برکتیں بے انتہا ہیں۔ تمام گناہوں سے خاص کر کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتا رہے، جیسے زنا، چوری، جھوٹ، شراب خوری، معاملات میں بددیانتی وغیرہ۔ روزانہ کچھ ذکر کا بھی معمول مقرر کرلے، اگر فرصت زیادہ نہ ہوتی ہو تو کم سے کم اتنا ہی کرے کہ صبح شام سَو سَو دفعہ کلمہ تمجید[1] یا صرف "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" اور استغفار[2] اور درود شریف[3] سَو سَو دفعہ پڑھ لیا کرے۔ کچھ معمول قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مقرر کرلے اور پورے ادب اور عظمت کے ساتھ پڑھا کرے

---

[1] سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

[2] اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ———— یا صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

[3] درود ابراہیمی یا مختصر درود شریف "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ وَاٰلِهٖ"۔

ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ[1] پڑھا کرے۔ جو لوگ اس سے زیادہ کرنا چاہیں وہ اللہ کے کسی ایسے بندہ سے رجوع کر کے مشورہ کرلیں جو اس کا اہل ہو اور آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اللہ کے صالح بندوں سے تعلّق اور محبت اور ان کی صحبت اِس راہ میں اکسیر ہے۔ اگر یہ نصیب ہو جائے تو باقی چیزیں آپ سے آپ پیدا ہو جاتی ہیں۔
اللہ توفیق دے

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
با سوختگاں بنشیں شاید کہ توہم سوزی

---

[1] سُبحَانَ اللہِ ۳۳ دفعہ ، اَلحَمدُ لِلہِ ۳۳ دفعہ ، اَللہُ اَکبَرُ ۳۴ دفعہ۔

روزانہ ورد کے قابل

قرآن وحدیث کی چالیس (۴۰) دُعائیں

(یہ وہی چالیس دعائیں ہیں جن کا ذکر اٹھارھویں باب (دعا) کے آخر میں کیا گیا ہے) ——— "مؤلف"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اٰمِیْن

"ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔ بہت رحمت والا اور بڑا مہربان ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو ہم کو سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوتے" ——— خداوندا ہماری دعا قبول فرما!

(۲)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور

دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا"

(۳)

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

خداوندا! ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے سب گناہ بخشدے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچالے

(۴)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

"اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخشدے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں اور غلطیاں ہوئیں انھیں معاف فرما اور حق پر ہمارے پاؤں جمادے اور کفر کرنیوالوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما

(۵)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ق رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو ایمان کا بُلاوا دیتے ہوئے سُنا کہ لوگو! اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لے آئے۔ پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیاں مٹادے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر۔ خداوندا! ہم کو وہ

سب کچھ عطا فرما دے جس کا اپنے رسولوں کی زبانی تو نے ہم سے وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کر، تیرا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

(۶)

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

اے ہمارے پروردگار! تیری نافرمانیاں کر کے ہم نے اپنے ہی اوپر بہت ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا تو ہم نامراد اور برباد ہی ہو جائیں گے۔

(۷)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوم کے ظلم و ستم کے لیے تختۂ مشق نہ بنا اور اپنی رحمت کے صدقہ میں ہم کو قوم کافرین کے ظلم سے نجات دے۔

(۸)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○

اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! دنیا اور آخرت میں صرف تو ہی میرا ولی ہے، اسلام پر میرا خاتمہ کر اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ مجھے شامل فرما۔

(۹)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا

اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

میرے پروردگار! مجھے اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ خدایا! ہماری دعا کو قبول کر، میرے مالک! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجیے، جس دن کہ حساب کتاب ہو۔

(۱۰)

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

جیسا کہ انھوں نے مجھے پیار سے پالا جبکہ میں ننھا سا تھا

(۱۱)

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ــــــــ خداوندا! میرے علم میں اضافہ اور برکت فرما"

(۱۲)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ

پروردگار! بخش دے اور رحم فرما تو سب سے اچھا رحم کرنیوالا ہے

(۱۳)

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

میرے رب! میری قسمت میں کر کہ جو نعمتیں تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائیں، میں ان کا شکر ادا کروں اور ایسے عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میرے واسطے میری

نسل میں بھی صلاحیت اور نیکی دے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں تیرے حکم بردار وں میں ہوں۔

(۱۴)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

خداوندا! ہم کو بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ ہم سے آگے گئے اور صاف رکھ ہمارے سینوں کو ایمان والوں کے کینہ سے، خداوندا! تو بڑا مہربان اور بڑی رحمت والا ہے۔

(۱۵)

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَآ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اے پروردگار! ہمارے واسطے نور کی تکمیل فرما اور ہم کو بخشدے تو سب کچھ قدرت رکھتا ہے۔

(۱۶)

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّهٗ

اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کے تھامنے والے بس تیری رحمت ہی سے فریاد ہے تو میرا سب حال درست کر دے

(۱۷)

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ ط

اے اللہ! میرا دین درست فرمادے، جس سے میرا سب کچھ ہے اور میری دنیا درست فرمادے جس میں میری زندگی کا سامان ہے اور میری آخرت درست فرمادے جہاں مجھے واپس جانا اور ہمیشہ رہنا ہے اور میری زندگی کو ذریعہ بنا ہر بھلائی اور بہتری میں زیادتی کا اور موت کو ذریعہ بنا ہر برائی اور خرابی سے نجات کا۔

(۱۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں کی معافی کا اور آرام کا دنیا میں اور آخرت میں

(۱۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ؕ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور تقویٰ کا اور شرم و عار کی باتوں سے بچے رہنے کا اور محتاج نہ ہونے کا۔

(۲۰)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَیِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا ؕ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پاک روزی کا اور نفع دینے والے علم کا اور قبول ہونے والے عمل کا۔

(۲۱)

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ ؕ

اے اللہ! ہمارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور رزق کے دروازے ہمارے لیے آسان کردے

(۲۲)

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ؕ

اے اللہ! اپنی حلال کی ہوئی چیزوں کو میرے لیے کافی کر اور حرام سے میری حفاظت کر اور اپنے فضل و کرم سے اپنے سوا سب سے مجھے بے نیاز رکھ۔

(۲۳)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ اٰخِرَتِیْ خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی ؕ

اے اللہ! ان باتوں کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسندیدہ ہیں اور آخرت کو میرے لیے دنیا سے بہتر بنا

(۲۴)

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ ؕ

اے اللہ! بھلائی اور راستروی کی باتیں میرے دل میں ڈال دے اور نفس کی شرارتوں سے مجھے محفوظ رکھ

(۲۵)

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ؕ

اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما اور مجھے اپنا ذاکر و شاکر اور اچھا عبادت گزار بندہ بنا دے۔

(۲۶)

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ؕ

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم کر اور قائم رکھ

(۲۷)

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّاَمِتْنِیْ مُسْلِمًا ۝

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ زندہ رکھ، اور بہ حالتِ اسلام ہی مجھے موت دے

(۲۸)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّكَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَمِنْ اَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ ۝

اے اللہ! مجھے اپنی محبت دے اور تیرے جو بندے تجھ سے محبت رکھتے ہوں ان کی محبت دے اور جو اعمال تیری محبت سے مجھے قریب کریں ان کی محبت دے۔ اے میرے اللہ! اپنی محبت مجھے اپنی جان اور اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی، سب چیزوں سے زیادہ محبوب کر دے۔

(۲۹)

اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَجَنِّبْنِیْ عَذَابَكَ ۝

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور اپنے عذاب سے بچا دے۔

(۳۰)

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ الْاَقْدَامُ ۝

اے میرے اللہ! جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگنے لگیں، اس دن تو مجھے ثابت قدم رکھ

(۳۱)

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝

اے اللہ! قیامت کے دن میرا حساب آسانی سے ہو۔

(۴۲)

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

اے اللہ! قیامت کے دن میری خطائیں بخشدے

(۴۳)

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ۝

اے اللہ! حشر کے دن تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے۔

(۴۴)

اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ۝

اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت کا مجھے اپنے عملوں سے زیادہ آسرا ہے

(۴۵)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ ۝

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رضا کا اور جنت کا اور پناہ مانگتا ہوں

تیری ناراضی سے اور دوزخ کے عذاب سے

(۴۶)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ

بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۝

اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری پکڑ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں، خداوندا! میں تیری صفت بیان نہیں کر سکتا۔ بس تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنے کو بیان کیا۔

(۳۷)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۵

اے میرے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما، مجھ پر عنایت کر تو بڑا عنایت فرما اور بہت ہی مہربان ہے

۳۸

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۵

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود و مولا نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا، اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے بن پڑا تیرے عہد اور وعدہ پر قائم رہا، میرے مالک و مولا! میں اپنے برے کرتوتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں اعتراف کرتا ہوں تیری نعمتوں کا اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے۔ گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

(۳۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ

وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ — وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؕ

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کانوں کے شر سے اور اپنی نگاہ کے شر سے اور اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے اور اپنی نفسانی شہوت کے شر سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے سب فتنوں سے۔

(۴۰)

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

اے اللہ! میں تجھ سے ان سب بھلائیوں کا سوال کرتا ہوں جن کا سوال تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور میں ان سب برائیوں اور بری باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَابْلُغْهُ الْوَسِيْلَةَ

وَالدَّرَجَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۵

"اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر نازل کیں۔ اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، تو ہی تعریف کے لائق ہے، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! قیامت کے دن ان کو اپنے خاص مقام قرب میں اتار اور وسیلہ اور درجے کے مقامات تک ان کو پہنچا اور وہ مقامِ محمود ان کو عطا فرما جس کا تو نے ان کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما۔ خداوندا! تیرا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔" آمین

مسلم خواتین کے لیے

۲۰ بیس سبق

تالیف ——— مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

خاص وقتوں کی خاص دعائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں خاص وقتوں اور خاص موقعوں کے لیے بھی تعلیم فرمائی ہیں، ان میں سے بعض جو آسان اور روزمرّہ کی ہیں یہاں بھی درج کی جاتی ہیں، خدا توفیق دے تو ان کو یاد کر لینا چاہیے اور موقع پر پڑھنے کی عادت ڈال لینا چاہیے۔

(۱) جب صبح ہو تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۞

اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے صبح کی اور تیرے حکم سے شام کی اور تیرے حکم سے زندہ ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔

(۲) اسی طرح جب شام ہو تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ ۞

اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے شام کی اور تیرے حکم سے صبح کی اور تیرے حکم سے ہم جیتے ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے اور پھر تیری ہی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

(۳) جب سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ جائے تو کہے

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى۔ اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں۔

(۴) جب سو کر بیدار ہو تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔
شکر اللہ کا جس نے مجھے موت کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

(۵) جب قضائے حاجت کے لیے پاخانے جائے تو کہے:
بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ
اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنیوں سے

(۶) پھر جب حاجت سے فارغ ہو کر نکلے تو کہے:
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔
شکر اس اللہ کا جس نے دور کر دی مجھ سے گندگی اور مجھے عافیت دی

(۷) پھر وضو کرے تو شروع میں بسم اللہ پڑھے اور وضو کے درمیان میں یہ دعا کرتا رہے
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔
اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے میرے گھر میں وسعت دے اور میری روزی میں برکت دے

(۸) وضو سے جب فارغ ہو تو کہے:
اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے کر دے توبہ کرنے والوں میں سے اور پاک رہنے والوں میں سے۔

(۹) پھر جب مسجد میں جائے تو داخلہ کے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور کہے:
رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ——— میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۱۰) اور جب مسجد سے نکلے تو بایاں پاؤں پہلے نکالے اور کہے:
رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ——— میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دے۔

(۱۱) جب کھانا شروع کرے تو کہے:
بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ ——— اللہ کے نام سے اور اس کی برکت کے ساتھ۔

(۱۲) جب کھانے سے فارغ ہو تو کہے:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔
شکر اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور ہم کو مسلمانوں میں کیا۔

(۱۳) اگر کسی کے یہاں دعوت کا کھانا کھائے تو یہ بھی کہے:
اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ ——— اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اس کو کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اس کو پلا۔

(۱۴) جب سواری پر سوار ہو تو کہے:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ٥ ——— اللہ کا شکر ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری

کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم خود اس کو اپنے بس میں نہیں کر سکتے تھے اور ایک دن ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

(۱۵) اور جب سفر پر نکلے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ ؕ

اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی دوری کو مختصر کر دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے پیچھے تو ہی میرے گھر والوں کا دیکھنے والا ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور واپس آ کر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں۔

(۱۶) اور جب سفر سے لوٹے تو کہے:

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ـــــ ہم سفر سے آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

(۱۷) جب کسی دوسرے کو رخصت کرے تو کہے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكَ ؛ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری قابل حفاظت چیزیں اور تیرے اعمال کے خاتمے۔

(۱۸) جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۝ شکر اس اللہ کا جس نے مجھے عافیت میں رکھا ہے اس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اس نے مجھے فضیلت بخشی ہے (یہ سب اسی کا کرم ہے، میرا کوئی کمال نہیں)

(۱۹) جب کسی شہر میں داخل ہو تو کہے :

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهَا ، اے اللہ! ہمارے لیے اس شہر میں برکت دے اور اس کو ہمارے واسطے مبارک کر۔

(۲۰) جب کسی مجلس سے اٹھے تو کہے :

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ۝

اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

ایک بہت مفید بات

بہت سوں کو اصلی عربی دعائیں یاد کرنا مشکل ہو۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ ہر موقع کی دعا کا مضمون یاد رکھیں اور موقع پر اپنے لفظوں میں اور اپنی زبان میں وہی مضمون ادا کر لیا کریں۔

انشاء اللہ! اس سے بھی دعا کی پوری برکت اور پورا پورا ثواب ان کو حاصل ہوگا۔